

لفظوں کی 100 سو کہانیاں

(افسانے کا مجموعہ)

ریحان کوثر



لفظوں کی 100 کہانیاں 100

ریحان کوثر



لقطوں کی 100 کہانیاں

ریحان کوثر

نام کتاب: 100 Lafzoon Ki 100 Kahaniyaan
 مصنف: ریحان کوثر
 ناشر: الفاظ پبلی کیشن، پھٹانا اولی کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 موبائل: 07721877941
 قیمت: 100 روپے
 صفحات: 128
 تعداد: 500
 مطبع: و در بھہ هندی اردو پریس، کامٹی موبائل: 09021132527
 کمپیوٹر کمپوزنگ: توفیق احمد
 سرورق: ریحان کوثر
 سن اشاعت: 2021ء
 رابطہ / پتہ: کاشانہ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 موبائل نمبر: 9326669893

100 Lafzoon Ki 100 Kahaniyaan

By: Rehan Kausar

Kashana-E-Kausar, House No.37, Dr. Shaikh
 Bunkar Colony, Kamptee 441001 Dist Nagpur
 (M.S)

ISBN NO.



9 789391 721138

Price: 100/-

ملنے کا پتہ:

اشرف نیوز ایچنسی اینڈ بک ڈپو، گجری بازار، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 الفاظ پبلی کیشن اینڈ و در بھہ هندی اردو پریس، پھٹانا اولی کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 ریحان کوثر، کاشانہ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنکر کالونی، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 سٹی بک ڈپو، قصاب باڑہ مسجد، محمد علی روڈ، مالیگاؤں 423203 (مہاراشٹر)



(انتساب (словами))

فلم سے نکل کر الفاظ جب صفحہ قرطاس پر بکھرتے ہیں تو
بھی گمراہ، کبھی مغرور اور کبھی بے قابو ہو جاتے ہیں۔
کبھی سنجا لے نہیں سنجلتے بلکہ بے چین، بے باک اور بے لگ ہو جاتے
ہیں۔

میری سولفظی کہانیوں میں میرے ہی الفاظ کبھی خاموش،
کبھی اظہار بن جاتے ہیں۔

لیکن میں اپنے ادبی سفر میں بے فکر ہوں۔۔۔
کیونکہ سنچل جاتا ہوں۔

اس سفر میں میرا پہلا قاری میرا ہم سفر بھی ہے۔۔۔
اور رہبر بھی۔۔۔

میں اپنی یہ کتاب خان نوید الحق انعام الحق صاحب کی
محبتوں اور نقد و نظر کے نام کرتا ہوں۔

ریحان کوثر

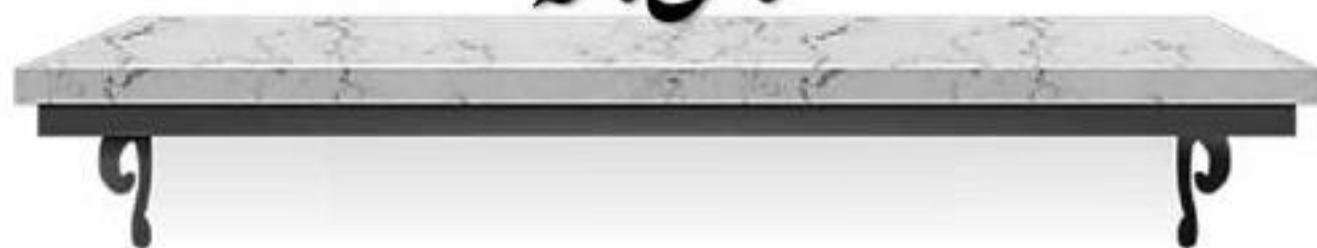


محترم خان نوید الحق انعام الحق صاحب

اپیشنل آفیسر فار اردو، عربی اور فارسی، بال بھارتی پونے

سکریٹری، اردو لسانی کمیٹی، بال بھارتی پونے

شاس نامہ



ترتیب: ریاض احمد امروہی

نام مع تخلص: ریحان کوثر
 قومیت: ہندوستانی
 پوتہ: کاشانہ کوثر، ڈاکٹر شیخ بنگر کالونی، کامٹی 441001 ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 والد کا نام: محمد شیم
 والدہ کا نام: سعیدہ بانو
 مقام پیدائش: کامٹی، ضلع ناگپور (مہاراشٹر)
 تاریخ پیدائش: 9 اکتوبر 1977ء
 فون نمبر: +919326669893
 ای میل: vmmrdes@gmail.com
 تعلیم:

تعلیمی ادارہ	سال	تعلیم
گورنمنٹ اسماعیل پورہ اردو پرائزیری اسکول	1988ء	پرائزیری
ایم۔ ایم۔ ربانی ہائی اسکول، کامٹی	1993ء	سینئنڈری
ایم۔ ایم۔ ربانی جونیئر کالج، کامٹی	1995ء	ہائے سینئنڈری
مہاراشٹرا اسٹیٹ بورڈ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن	1999ء	اتچ۔ ایم۔ سی۔ ٹی
ناگپور یونیورسٹی	2002ء	بی اے
ناگپور یونیورسٹی	2003ء	بی اے ایڈیشنل
ناگپور یونیورسٹی	2004ء	ایم اے (تاریخ)

ذاتی کوانٹ:

زوجہ: عظیمی ناہید بنت عبدالحمید	27 مئی	شادی شدہ
افراد خانہ: ایان کوثر، ارحان کوثر، عبدالان کوثر	2006ء	

تصانیف:

تصانیف	سال	نوعیت
اڑان (ہندی، انگریزی)	2012ء	رپورٹ
منوگیان (حصہ اول) (ہندی)	2013ء	تعلیمی نصاب
میریل سائنس (ہندی)	2013ء	تعلیمی نصاب
ذراسی شاعری (ترتیب)	2014ء	شاعری (ترتیب)
منظر پس منظر (اردو ڈرامے)	2014ء	تحقیق
بیت بازی	2015ء	شاعری (ترتیب)
اردو ماہنامہ الفاظ ہند	جنوری	(جاری)

19	کہانیوں کے کنارے پھوٹو کے لیے کہانیوں کا مجموعہ (تصنیف)	2020ء	ریحان کوثر
18	پھوٹو کی نظمیں (الاطاف حسین) حالی، سیما ب اکبر آبادی)	2019ء	پھوٹو کی نظمیں کی مرتبہ کتاب
17	سات دن کا غلام ڈراموں کا مجموعہ (تصنیف)	2019ء	یہ کتاب قومی کوسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔ مہاراشر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی کی جانب سے زمرہ، سامنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2019ء، "سات دن کا غلام" کو حاصل ہوا۔
16	ماہنامہ مدھیہ بھارت ناگز (ہندی)	2016ء	جنوری
15	عرق ریحان مطبوعہ مضامین کا مجموعہ	2018ء	ترتیب: ریاض احمد امروہی
14	اردو کمپیوٹنگ تصنیف	2017ء	اردو اور کمپیوٹر کی معلومات پر بنی یہ کتاب قومی کوسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔
13	عید مبارک ڈراموں کا مجموعہ (تصنیف)	2017ء	یہ کتاب مہاراشر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی کی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔
12	اوراق ڈاکٹر مدحت الاختر پیلک لائزیری، کامٹی کی رپورٹ اور فہرست کتب	2017ء	ڈاکٹر مدحت الاختر پیلک لائزیری، کامٹی کی رپورٹ اور فہرست کتب
11	پھولوں کی زبان مطبوعہ مضامین کا مجموعہ	2016ء	ترتیب: ریاض احمد امروہی
10	ڈاٹ کام تصنیف	2016ء	کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر بنی یہ کتاب قومی کوسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔ مہاراشر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی کی جانب سے زمرہ، سامنس و ٹیکنالوجی ایوارڈ برائے 2016ء، "ڈاٹ کام" کو حاصل ہوا۔
9	کامٹی میری جان سالانہ سرگرمیاں	2016ء	رپورٹ
8	کہکشاں کہکشاں	2015ء	2014ء

یہ کتاب مہاراشر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی کی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔

موبائل ڈاٹ کام	تصنیف	2020ء
موبائل اور انٹرنیٹ پر جنی یہ کتاب قومی کو نسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی کے جزوی مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔		

افاقی مخصوصے:

تصنیف	سال
منو گیاں (حصہ دوم) (ہندی)	1
میری میں سائنس (حصہ 2) (ہندی)	2
کامٹی کامل معاشرہ	3
ایک شاعر ایک صفحہ	4
پچھان	5
باب کوثر	6
میرے الفاظ	7
اواریوں کا مجموعہ	

افاق:

تقریباً ۳۰ سے زائد ادبی، علمی و ثقافتی موضوعات پر مضامین اردو کے موخر رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

پیش لفظ: 5 ہندی اردو کتابوں پر پیش لفظ تحریر کیے۔

تبصرے: 8 مختلف تصانیف پر تبصرے شائع ہوئے، زیادہ تر تبصرے ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی میں شائع ہوئے۔ روزنامہ اردو انقلاب (مبینی)، روزنامہ اردو نائمز (مبینی)، روزنامہ ممبینی اردو نیوز (مبینی)، روزنامہ صحافت (مبینی)، روزنامہ راشریہ سہارا (مبینی)، روزنامہ ہندستان (مبینی)، روزنامہ خبریں (نئی دہلی)، روزنامہ میرا وطن (نئی دہلی)، روزنامہ قومی تنظیم (پٹنہ)، روزنامہ کشمیر عظمی، (سرینگر)، روزنامہ تجھیل ارشاد (سرینگر)، روزنامہ ویتحہ (سرینگر)، ماہنامہ پھول کی دنیا (نئی دہلی)، ماہنامہ امنگ (نئی دہلی)، ماہنامہ ایوان اردو (نئی دہلی)، ماہنامہ قرطاس (ناگپور)، ماہنامہ اردو میلہ (ناگپور)، دو ماہی سریکف (کامٹی) اور دوسرے اخبارات، رسائل اور جرائد میں مضامین، افسانے، کہانیاں، غزلیں اور نظمیں شائع ہوتی رہی ہیں۔

نشریات:

ریڈیو سینٹر	سال	تقریب
آکا شو انی ناگپور	2016ء	پروگرام آبشار کے تحت، مشاعرے میں شرکت
آکا شو انی ناگپور		پروگرام آبشار کے تحت ۲۰۱۷ء کی اہم کتابوں پر تبصرہ

3	<p>آکا شوانی ناگپور بریکارڈنگ، کے ذریعے، سماجی افادیت اور مسائل ”ڈاکٹر عبدالرحیم نشتر (مدیر و درجہ نامہ، ناگپور)، جناب شار اختر انصاری (مدیر ہمہ گیر)، جناب شمسیم اعجاز (مدیر المیزان، ناگپور) اور ریحان کوثر (مدیر الفاظ ہند) منی افسانے (سولفظوں کی کہانیاں)</p>	2018ء 10 دسمبر 2018ء
4	<p>آکا شوانی ناگپور</p>	2019ء

ملازمت:

ملازمند	سال	اداره	ردیف
انشرکثر	2000ء	انڈین شیکنیکل انسٹیوٹ، ناگپور	1
انشرکثر	2006ء	انسٹیوٹ فار شیکنیکل اسٹڈیز، کامٹی	2
پرنسپل	2008ء	ربانی آئی ٹی آئی، کامٹی	3
پرنسپل	2013ء	ربانی آئی ٹی آئی و جونیور کالج، کامٹی	4

سرکاری و غیر سرکاری اداروں سے انسلاک:

ردیف	نام اپنے کی کیا تھا	تاریخ	مکان	لینک
1	سیکریٹری	2007ء	ودر بھہ مانگاری ملٹی پرپر زورول ڈیوپمنٹ ایجو کیشنل سوسائٹی، ناگپور	لینک
2	رکن	2008ء	انڈین ٹیکنیکل ایجو کیشن سوسائٹی، ممبئی	لینک
3	سیکریٹری	2009ء	ودر بھہ ایم ایس بی وی ای ای انسٹی ٹیوی شل اشوی ایشن، ناگپور	لینک
4	فینجنگ ڈائرکٹر	2009ء	مولانا آزاد کرافٹ ڈی ایڈ کالج، کامٹی	لینک
5	فینجنگ ڈائرکٹر	2010ء	رضوان کالج آف نرنگ اینڈ پیر امید یکل، کامٹی	لینک
6	مدیر	2014ء	اردو ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی	لینک
7	رکن	2015ء	گنگر پریشہ اسماعیل پورہ اردو پرائمری اسکول سیتی،	لینک
8	نائب صدر	2016ء	گنگر پریشہ اسماعیل پورہ اردو پرائمری اسکول سیتی،	لینک
9	نائب مدیر	2015ء	ہندی ماہنامہ مدھیہ بھارت نائز، کامٹی	لینک
10	فینجنگ ڈائرکٹر	2015ء	الفاظ پبلی کیشن، کامٹی	لینک
11	صدر	2017ء	ڈائرکٹر مدھت الاحتر پیلک لاتھری، کامٹی	لینک
12	فینجنگ ڈائرکٹر	2017ء	ودر بھہ ہندی اردو پریس، کامٹی	لینک
13	رکن	2018ء	مجلس مشاورت اردو سانی کمیٹی، بال بھارتی، پونے	لینک
14	رکن	2018ء	ربانی اسکول اسٹیوڈنٹ ایسو سی ایشن، کامٹی	لینک

اعمامات واعزازات:

زمرہ، سائنس و تکنالوژی ایوارڈ برائے 2016ء، منجانب: مہاراشرٹ اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی	13 نومبر 2017ء	مہاراشرٹ اردو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب ذات کام
زمرہ، سائنس و تکنالوژی ایوارڈ برائے 2016ء، منجانب: اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنؤ	13 نومبر 2018ء	اتر پردیش اردو اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب ذات کام
زمرہ، ڈرام انگاری ایوارڈ برائے 2019ء، منجانب: مہاراشرٹ اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادمی، ممبئی	13 نومبر 2017ء	مہاراشرٹ اردو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ برائے تصنیف، کتاب سات دن کاغلام
اعجمِ محباں معيارِ ادب، ناگپور بزمِ نیازِ انجمن	28 اکتوبر 2017ء 09 دسمبر 2016ء	صحافی ایوارڈ اعزاز برائے تصنیف، کتاب ذات کام
منجانب: اشهر جعفری ساہتیہ اکادمی، کامٹی	29 جنوری 2016ء	جانِ ادب ایوارڈ:
منجانب: ہفتہ روزہ تاج، کامٹی	31 دسمبر 2015ء	اعزاز برائے اولیٰ خدمات
منجانب: شہید عبدالحمید اکادمی، ناگپور، انڈین ٹیکنیکل ایجوکیشن سوسائٹی، ممبئی	26 جنوری 2015ء 13 جولائی 2008ء	ظہیر افروز صحافی ایوارڈ عبدالستین ایوارڈ اعزاز برائے سماجی خدمات مثالی مدرس (ٹیکنیکل)

☆☆☆

فہرست

19	اپنی بات
25	جنت
26	چھوٹو
27	روہن اور گاندھی
28	گوشت خور
29	جن لوک پال
30	زندگی
31	پیار آکتا
32	وراثت
33	گل کا اخبار
34	تیراک
35	لیڈریڈ اکٹر
36	فائل دستخط

37	دیوالی کی چھٹیاں
38	رسم اجراء
39	ادھوری کہانی
40	آخری وضو
41	بہادر لڑکی
42	تصور
43	بھارت نگر کا تالاب
44	لکشمی کی چوکھت
45	شہرت
46	دوھوپی کا کتنا
47	عنوانات
48	بغافت
49	مسلم گراونڈ
50	بیماری
51	پلیے رنگ کی بوتل
52	تحفہ
53	پلانگ
54	بستر کا کونا
55	منصوبہ بندی
56	چشم پینا

57	ہیک
58	اندھیر چوکی
59	عام اور آم
60	ہیڈ لائن
61	واٹس ایپ پوسٹ
62	پچیس
63	ٹھنڈا شیر خور مہ
64	چھپا ہوا ستم
65	نیا ناٹسک
66	ریفیو جی کیمپ
67	رام بان
68	ریموت کنٹرول
69	پاگل
70	پانی اور خون
71	منور نجح
72	میٹنگ روم
73	حافظ صاحب
74	ٹیگ لائن
75	میری آواز
76	درد کی گولیاں

ریحان کوثر	15	100 لفظوں کی 100 کہانیاں
------------	----	--------------------------

77	پروجیکٹ
78	مسجد کا چندہ
79	غالب اور شبلي کے پڑوں
80	چور
81	نازک موضوع
82	دوسراء قاعدہ
83	کل اور آج
84	دن رات
85	خبر اور خواب
86	آس پاس
87	پار لیمنٹ کا گلیارا
88	شہر کا ماحول
89	لغت
90	عجیب اتفاق
91	ٹک ٹاک
92	ایکشن
93	نقل چی
94	ووٹ
95	کلوپچا
96	ڈاپر

97	جادوئی انگوٹھی والا.....
98	سائھ سینڈ.....
99	پردو.....
100	ایک سوال.....
101	پاکٹ منی.....
102	نام.....
103	نیا کالم.....
104	کھلے میں کتابیں.....
105	لال چوڑیاں
106	بچہ چور
107	بھارت مہان
108	غلطی.....
109	بابا سینٹھ کا چبوترा
110	احتیاج
111	دیش دروہی
112	وضو.....
113	مادری زبان.....
114	دوسرے پیغام.....
115	پتا نہیں کتنے ؟
116	بدلہ.....

ریحان کوثر	17	100 کہانیاں کی لفظوں کی 100
------------	----	-----------------------------

117	ترکیب
118	لاک ڈاؤن
119	تحالی
120	سکون اور خاموشی
121	بے رحم کون ؟
122	ہیو مسن چین
123	لعنت
124	پازیٹیو سے نگیٹیو
125	امتنان
127	شکریہ (سولفظوں میں)



اپنی بات

ادب کا ایک طبقہ افسانہ نگاری سے اختصار کی خاطر علیحدہ ہوا اور کمال یہ ہے کہ اب وہ آپس میں اختصار کے سبب ہی الجھتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اکثر افسانہ نگار افسانچے کو سرے سے خارج ہی کر دیتے ہیں اس پر مزید ستم یہ کہ صنفِ افسانچے کے میدان میں اب مختلف قسم اور رنگ کے پرچم نظر آنے لگے ہیں۔ منی افسانہ، منی کہانی، افسانچہ، افسانچہ اطفال، بچکانچہ، سو لفظی کہانی، پچاس لفظی کہانی، مائیکرو فلشن، مائیکرو کہانی، کہانی چند لفظوں میں وغیرہ وغیرہ کئی علم بردار نظر آتے ہیں۔ ویسے یہ کوئی بڑی بات نہیں! بلکہ یہ صحت مند مقابلے کے لیے خوش آئند بات ہے۔ لیکن سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ سبھی آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔ اور یہ بڑے ہی افسوس کا مقام ہے دراصل یہاں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی ضرورت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں کسی کو پتا ہی نہیں کہ مختصر کہانیاں کتنی مختصر ہونی چاہیے۔ کیا باقی زبانوں میں بھی اختصار کے ایسے ہی مسائل موجود ہیں یا یہ صرف اردو زبان کا مسئلہ ہے؟ مختصر کہانی کتنی مختصر ہو سکتی ہے؟ پانچ سو الفاظ پر مشتمل؟ سو الفاظ؟ پچاس الفاظ؟ 1987ء میں نیویارک ٹائمز اخبار نے ایک مقابلے کا اعلان کیا تھا، جو بعد میں '55 فلشن' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس مقابلے میں دنیا بھر کے ادب اکو پچپن الفاظ پر مشتمل کہانیاں لکھنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اگر ہندوستان میں اس

قسم کی دعوت دی جائے تو کیا ہوگا؟ موجودہ صورت حال سے اندازہ ہوتا ہے کہ خانہ خرابی ہوگی، سرپھٹوں ہوگا! کیوں کہ ہم مختصر اور اختصار لفظ کا مطلب ہی بھول گئے ہیں۔ یا بھولنے کا ڈراما کر رہے ہیں؟

مختصر ترین کہانیوں کی اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے امریکہ کے مشہور رسالے 'وارڈ میگزین' نے اپنے نومبر 2006ء کے شمارے میں ایک دلچسپ تجربہ کیا اور صرف چھے لفظوں پر مشتمل کہانیاں لکھنے کی دعوت دی۔ رسالے کے پاس بطورِ رول ماذل نوبل انعام یافتہ امریکی ادیب ارنست ہیمنگوے کی مختصر کہانی موجود تھی۔ اگر میں نے یہ مقابلہ رکھ دیا تو اللہ نہ کرے مجھے ملک بدر ہی کر دیا جائے گا۔

حال ہی میں ایک صاحب افسانچوں کی مقبولیت سے "زاش" ہو کر ایک افسانچہ لکھ بیٹھے اور یہ لفظی، افسانچہ لکھنے کا دعویٰ ٹھونک دیا۔ بقول ڈاکٹر ظفر مراد آبادی اردو شاعری کی تاریخ میں سب سے مختصر نظم لکھنے کا سہرا قتیل شفائی کے سر ہے۔ قتیل شفائی کی ایک نظم جو صرف ایک لفظ پر مبنی ہے۔ قتیل چونکہ شاعر تھے اس لیے اسے نظم کہا گیا ورنہ یہ تو مختصر کہانی کی اعلیٰ مثال کہلاتی۔

نظم کا عنوان ہے "پیے" اور نظم:

"کسے"

لیکن ایسے ادیب بھی ہیں جنہیں پچین الفاظ بھی بہت زیادہ لگتے ہیں۔ ایک مصنف نے تو مختصر کہانی کی آخری حد بھی پار کر ڈالی ہے۔ ان کی کہانی میں الفاظ کی تعداد صفر ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کہانی میں ایک لفظ بھی نہ ہو؟ ملاحظہ کریں:

عنوان: "تیری جنگِ عظیم کے بعد دنیا کی تاریخ"

کہانی: دو سادہ صفحے

بھلا ہوا س مصنف کا جو وہ ہندوستان میں پیدا نہیں ہوئے ورنہ اختصار کے جرم میں انھیں سرراہ سولی پر چڑھا دیا جاتا یا واقعی "تیری جنگِ عظیم" شروع ہو جاتی!

اب بات سو لفظی کہانیوں کی۔۔۔ سو لفظی کہانی یا ڈریبل (Drabble) ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس میں پورے پورے سو الفاظ ہوں۔ ضروری نہیں کہ اس میں عنوان کے الفاظ بھی شامل کیے جائے۔ سو لفظی کہانی کا اصل مقصد اختصار ہے اور مصنف کی صلاحیت کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ ایک محدود دارے میں دلچسپ اور با معنی خیالات کا اظہار کامیابی سے کرے۔

سو لفظوں کی کہانیاں لکھنے کا آغاز منگھم یونیورسٹی کی سائنس فلشن سوسائٹی نے 1980ء کی دہائی میں کیا تھا۔ اسی تنظیم نے 100 لفظی کہانی کو ”ڈریبل“ نام دیا۔ مونٹی پائی تھون (Monty Python) برطانیہ کا ایک مقبول استینڈ اپ کامیڈی گروپ تھا جس نے 1969ء سے 1983ء تک ٹی وی پر طنز و مزاح پر مبنی پروگرام کیے۔ ان کے پروگرام کا نام پائی تھون فلاںگ سرکس تھا۔ مونٹی پائی تھون کے ابتدائی پروگراموں کے متن کو ایک کتابی شکل دی گئی تو اس کا نام ”بگ ریڈ بک“ رکھا گیا۔ اس کتاب میں ایک لفظ کا کھیل یا ورڈ گیم (Word Game) متعارف کرایا گیا جس کا نام ڈریبل تھا۔ ڈریبل کے اس مقابلے میں ایک ہی نشست میں ناول یا قصے کہانیاں بھی لکھی جاتی تھیں۔

1988ء میں برطانیہ کی بلاسٹ ایسو سی ایشن کی امداد کے لیے 100 لکھنے والوں سے 100 لفظوں کی 100 کہانیاں لکھوا کر ایک کتاب شائع کی گئی تھی۔ جس کا نام ڈریبل پرو جیکٹ رکھا گیا تھا۔ اس طرح ڈریبل پرو جیکٹ کے نام سے 1988ء میں پہلی کتاب شائع کی گئی۔ دو سال بعد ”ڈبل سپھری“ اور 1993ء میں ”ڈریبل ہو“ کے نام سے دو اور کتابیں شائع ہوئیں۔ بعد ازاں پچاس لفظی کہانیوں پر بھی طبع آزمائی کی جانے لگی۔ پچاس لفظی کہانیاں بھی ڈریبل ہی کہلاتی ہیں۔ جہاں تک اردو ادب میں اس صنف کی شروعات کی بات کی جائے تو ہمارے سامنے ممبئی کے مشہور و معروف افسانہ نگار اور اسکرپٹ رائٹر انور مرزا صاحب کا

نام سب سے پہلے آتا ہے۔ اردو میں آپ نے پچاس لفظی کہانیاں لکھنے کی باقاعدہ شروعات کی۔

100 ورڈ اسٹوری نامی ایک ادبی رسالہ کیلیفورنیا کے برکلے میں مصنف گرانٹ فالکنر اور لن منڈل نے 2011ء میں جاری کیا۔ جس میں صرف سو لفظی کہانیاں اور مضمایں شائع ہوتے ہیں۔ اس میں ہر تخلیق ایک تصویر کے ساتھ شائع کی جاتی ہے۔ تصویر کی وجہ سے یہ کہانیاں کسی بھی قسم کی وضاحت سے پاک ہوتی ہیں۔

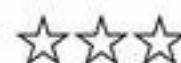
ماہنامہ الفاظ ہند کی ترتیب و تدوین کے دوران میں ہمیشہ ہی تگ و دو میں رہا کہ اس میں مختصر لیکن معیاری کہانیاں شائع کی جائیں۔ ماہنامہ الفاظ ہند کے پہلے سال کے آخر میں آخری صفحے پر ایک نیا کالم 'چلتے چلتے--'، شروع کیا گیا۔ جس میں ایک تصویر کے ساتھ ایک مختصر کہانی شائع کی جانے لگی۔ یہ ذمے داری مجھے اور پرویزانیس صاحب کو نجھانی پڑی۔ ہند رویڈ ورڈ اسٹوری کی طرز پر میں نے ایک کہانی لکھی۔ اس پہلی کہانی میں میں نے ختمہ (۔)، سوالیہ (؟)، سکتہ (،) تفصیلہ (:)، قوسین () و اوین (") نداستیہ یا فحاشیہ (!) وغیرہ رموز و اوقاف کو بھی جوڑ لیا اور کسی طرح سو لفظوں کی کہانی مکمل ہوئی لیکن مزید تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ان رموز و اوقاف کو شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ اس طرح چند کہانیاں وجود میں آئیں۔

اختصار کی ڈور تھامے ہوئے میں مبشر زیدی صاحب کی سو لفظی کہانیوں تک پہنچ گیا۔ ان کہانیوں نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ادھر شاعری سے دل کچھ اوپ سا گیا تھا۔ لیکن غزلیات کی بندشیں سینے میں باقی رہیں۔ انھی بندشوں کے زپراثر میں نے سو لفظوں کی کہانیاں لکھنے کی شروعات کی۔ آغاز میں انھیں اپنے ہی رسالے الفاظ ہند میں وقتی فوقتاً شائع کرتا رہا پھر میرے دل میں ایک ڈر گھر کر گیا کہ یہ تو، گھر کا رسالہ ہے اس میں اشاعت اپنی جگہ! لیکن میں نے جب ملک کے مختلف اخبار

ورسائل میں اپنی سولفظی کہانیاں ارسال کیں تو مجھے خوش آئند حیرانی ہوئی کہ بد لے میں حوصلہ افزائی اور پذیرائی موصول ہوئی۔ یعنی دھیرے دھیرے دل میں بننے والے سارے خدشات مدھم ہوتے گئے۔ سب سے زیادہ پذیرائی عمدہ تاثرات روزنامہ 'کشمیر عظمیٰ' کے قارئین سے حاصل ہوئی۔ پھر میں انھیں سو شل میڈیا پر بھی شیر کرنے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوری رد عمل سامنے آنے لگے جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ میں کتنے پانی میں ہوں اور میری تخلیقات کا معیار کیا۔۔۔!!

مجھے اور میری کہانیوں کو مناسب قدر و قیمت اور بلندی بال بھارتی کی سیڑھیاں چڑھ کر حاصل ہوئی۔ اپیشنل آفیسر فار اردو بال بھارتی محترم خان نوید الحق نے بال بھارتی کے ہر پلیٹ فارم پر مجھے اور میری سولفظی کہانیوں کو متعارف کروایا۔ بال بھارتی کی تاریخ میں وہ واحد موقع تھا جب وہاں شیواجی ہال میں نشی نشست منعقد کی گئی اور مجھے سولفظی کہانیاں پیش کرنے کا موقع ملا۔ میرے اندر کی رہی سہی جھجھک اسی تقریب میں کافور ہو گئی۔ کیوں کہ میں نے یہ کہانیاں جس ڈائس پر پڑھیں اس پر سلام بن رzac صاحب، سلیم شہزاد صاحب، ڈاکٹر صدر صاحب، ڈاکٹر محمد اسد اللہ صاحب، خان نوید الحق صاحب اور ڈاکٹر ناصر الدین انصار صاحب جیسی ہستیاں بر اجمان تھیں اور سامنے ریاست مہاراشٹر کے نامور ادباء، شعراء، اساتذہ اور مشاہیر ادب بھی موجود تھے۔ گویا اسی تقریب نے میری سولفظی کہانیوں کو اعتبار بخشنا اور میری کہانیوں کو معیاری ہونے کی سند حاصل ہوئی۔ اس مقام سے حاصل ہونے والا حوصلہ اور توانائی آج تک قائم ہے۔

ریحان کوثر



جنت

”ماموں ماموں---!!“ چلاتی ہوئی اریبہ مجھ سے لپٹ گئی، اس کی ساری آنس کریم ہم دونوں پر گر پڑی۔
”اے! اریبہ آپ کو یہ آنس کریم کہاں سے ملی؟“
”جنت سے---“ اریبہ نے فرائک صاف کرتے ہوئے کہا۔
میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا:
”بیٹا کہاں ہے جنت؟!!“
اس نے فریج کی طرف اشارہ کیا۔
میں بے ساختہ ہنس پڑا:
”کیا---؟ وہ جنت ہے؟“
”ہاں ماموں! کل قربانی کے بعد دادا جان نے کہا ہمارا بکرا اب جنت میں جائے گا---۔“ ممی نے جب بکرے کا سارا گوشت فریج میں رکھا تو سمجھ میں آیا کہ وہ فریج نہیں جنت ہے۔“



چھوٹو

”ارے چھوٹو اب تم چائے کی دکان پر کام نہیں کرتے؟ کئی دنوں سے نظر
نہیں آئے؟“

”صاحب--- بال مزدوری روک تھام والے، اکثر مالک کو پریشان کرتے
تھے تو مالک نے میری ہمیشہ کے لیے چھٹی کر دی۔“

”اب کیا کرتے ہو؟“

”صاحب بینر ہولڈنگ پر فلیکس لگاتا ہوں---“

”باپ رے---!! اتنی اوپر چڑھ کر--- ایسے جو حکم کے کام کی کیا
ضرورت؟“

”کرنا پڑتا ہے صاحب! اپنے اور گھروالوں کے پیٹ کے لیے---!“

”تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟“

”سرکاری اشتہار کا فلیکس ہے صاحب!“

فلیکس دیکھ کر میں دیکھتا رہ گیا، لکھا تھا:

”بال مزدوری قانوناً جرم ہے!“



روہن اور گاندھی

”روہن! تمھیں کس نے کہا کہ گاندھی بنو؟“ اسٹچ کے پیچھے مس بھارتی روہن پر بر سیں۔

”مس! یہ ہمارا ہی آئیڈیا تھا۔“

”روہن! صرف چشمہ لگا کر تم گاندھی نہیں بن سکتے۔۔۔ تمہاری لائھی کہاں ہے۔۔۔ اور یہ خاکی چڈی اور شرت اتارو جلدی۔۔۔ تمہاری دھوتی؟ ابھی ویگ اور موچھیں بھی لگانی ہے۔۔۔ اُف! وہاں اسٹچ پر تمہارا نام پکارا جانے والا ہے۔۔۔! گاندھی بننا کوئی آسان کام نہیں سمجھے!“

”پھر مس اب کیا کریں گے۔“

”دیکھو! تم نے چشمہ لگایا ہے۔ یہ گول کالی ٹوپی پہنوا اور ویرساور کر بن جاؤ!“
”دیسے بھی اب بہت دیر ہو چکی ہے۔“



گوشت خور

شادی کے دسترخوان پر شاربڑ بڑانے لگا:

”جمیل میاں داماڈ تو ڈھونڈلاتے ہیں گئے جیسے! اور شادیوں میں ’دال چاول‘، ابال دیتے ہیں۔ گوشت تو حرام ہو جیسے! جمیل نے اپنی تینوں بیٹیوں کو ڈاکٹر بناؤ کر کون سا تیر مار لیا؟ کیا اتنی بھی رقم نہیں کہ گوشت کا انتظام کریں؟ بڑا بے غیرت انسان ہے! کنجوں میں تو کوئی ثانی ہی نہیں“!!

میں نے مسکراتے ہوئے کہا:

”تمہاری پلیٹ میں گوشت ہے! احتیاط سے کھاؤ۔۔۔“!!

شارابل پڑا،

”کیا بکواس ہے؟ کہاں ہے گوشت؟“

میں نے کہا:

”ہے نا۔۔۔ آپ کے مردہ بھائی کا گوشت! غور سے دیکھو“!!



جن لوک پال

کافی عرصہ بعد سیش کو سرکاری اسپتال میں دیکھ کر مجھے سات سال پرانی
اس سے ملاقات یاد آگئی۔

وہ اس روز میں اتنا ہوں، لکھی ترچھی ٹوپی پہنے ہوئے چلا آرہا تھا۔ میرے
پوچھنے پر گٹکا تھوک کر کہنے لگا،

”لوک پال کے لیے آندولن میں گیا تھا۔“

میں نے کہا،

”واہ!! بلیک میں ملنے والا گٹکا کھا کر کرپشن کے خلاف لڑائی! پتا ہے نا؟؟؟
پابندی کے بعد بغیر رشت خوری کے گٹکا نہیں بتتا۔“

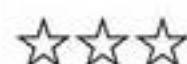
وہ مسکرا یا اور چل دیا۔

میں نے آج بھی پوچھا،

”ادھر کہاں؟ کیا ہوا تمہیں۔“

وہ بڑی مشکل سے بولا،

”منہ کا کینسر“!



زندگی

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ بے چین اور مایوس نظر آرہا تھا۔۔۔ آنکھیں لال تھیں۔۔۔ شاید! رات پھر جاگ کر کٹی تھی۔۔۔ میں نے حال چال پوچھا۔
اس نے بس اتنا کہا،
”زندگی سے بیزار ہوں یار۔۔۔“
میں نے اپنا موبائل اسے دیا اور کہا،
”فیسبک پر میموری شیر دیکھو، پانچ سال پہلے کی تمہاری تصویر۔۔۔“
وہ بولا،
”اچھی تصویر ہے۔۔۔“
”دیکھو! تصویر میں تم مسکرار ہے ہو۔“ میں نے کہا۔
وہ اثبات میں سر ہلا کیا۔
”پانچ سینڈ مسکرانے سے تصویر اچھی ہو سکتی ہے تو ہمیشہ مسکرانے سے زندگی کتنی اچھی ہو گی۔۔۔؟؟؟“
میرا سوال سن کروہ مسکرا دیا۔



پیارا کتا

ڈاکٹر وکاس جین کا گھر ٹیلی فون کی گھنٹی سے گونج اٹھا۔
ڈاکٹر صاحب نے اداں چہرہ لیے فون ریسیو کیا تو دوسرا جانب سے آواز
آئی:

”ہیلو ڈاکٹر صاحب! میں ’راشٹر ماتارانی پدماؤتی وردھ آشرم‘ سے بات کر رہا
ہوں۔ اخبار میں اشتہار دیکھ کر معلوم ہوا کہ آپ کا پیارا کتا دور روز سے لاپتا ہے۔
دراصل آپ کا کتا ہمارے آشرم آگیا ہے۔ وہ آپ کی ’ماتا جی‘ کے ساتھ ہی کھانا
کھاتا اور سوتا ہے۔ ان کے ساتھ دن بھر کھیلتا بھی ہے۔۔۔!
آپ یہاں آئیں اور اپنا کتا، واپس لے جائیں۔ شکریہ“!



وراثت

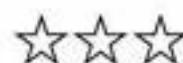
”یار ساجد۔! اگلے ہفتے تمہاری بیٹی کی شادی ہے۔۔۔ مہمانوں کے لیے تھوڑی بہت ضیافت کا بھی انتظام نہ کرو گے۔؟ پلاٹ پیچ کیوں نہیں دیتے؟ رفیق نے مکان پیچ دیا، شریف نے حج کے روپے لگا دیے۔۔۔ میں نے خود پروویڈنٹ فنڈ کی قربانی دے دی۔۔۔ مگر! ہم نے بیٹیوں کو بڑی شان سے وداع کیا۔۔۔ بارات چوکھٹ پر ہو گی تو کیا دو گے۔۔۔! سرپرائز۔۔۔؟؟“
شکیل نے ساجد کو سمجھایا۔

”ہاں“ ساجد نے جواب دیا۔

”مطلوب۔۔۔؟“ شکیل حیران تھا۔

ساجد بولا،

”پلاٹ پیچ کر بیٹی کی شادی کرنے سے بہتر ہے۔۔۔ وہ پلاٹ اسے دے دوں۔۔۔ حصے کے طور پر“!!



گل کا خبار

کشمیر سے دفعہ 370 ختم کیے ہوئے نومہینے بیت چکے تھے۔۔۔!!
سردیوں کے کم ہونے کے ساتھ ساتھ سرینگر کی مشہور ہو کیسر، دلدل
میں سائبیریا اور وسط ایشیا سے آئے ہوئے پرندے اپنے وطن واپس جا رہے
تھے۔۔۔

ادھر ڈل جھیل کے کنارے واقع ایک خوبصورت لیکن ویران 'شاہی گیٹ
ہاؤس' کے چوکیدار گل محمد نے دروازے سے اخبار اٹھایا۔
گل کا یہ پسندیدہ اخبار تقریباً نومہینے بعد شائع ہوا تھا۔
”کورونا وائرس کے سبب ساری دنیا میں لاک ڈاؤن، ہر طرف کرفیو جیسا
ماحول!“

اس سرخی کو پڑھ کر گل کے چہرے پر ظرا آمیز مسکراہٹ تھی۔۔۔!!



تیراک

یہ حقیقت تھی کہ ملک میں اس سے بہتر کوئی تیراک نہیں تھا۔ وہ تیراکی کی
باریکیوں سے بھی خوب واقف تھا۔
وہ روزانہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ساحلِ سمندر پر بیٹھ کر تیرنے والوں
کی خامیاں گناہ کرتا تھا۔
وہ اور اس کے شاگرد سمندر میں شاذونا در ہی اترتے۔
ایک روز اس کے نوجوان پڑوسی تیراک کا قومی ٹیم میں انتخاب ہو گیا۔
اس نے اس خبر سے بے چین ہو کر خوب شراب لی۔
آج موسم بھی کچھ زیادہ ہی گرم تھا۔
وہ نشے کی حالت میں نہانے گیا اور باتھ ٹب میں ڈوبنے سے اس کی موت
ہو گئی۔



لیڈیز ڈاکٹر

”بیٹا! بہو کی زچگی قریب ہے۔ کیا کوئی مسلم لیڈیز ڈاکٹر نہیں اس نئے شہر میں؟؟؟“

حاجی صاحب نے فکر انگیز سوال کیا۔
شہزاد، ”ابو رہنے دیں، جہاں سے علاج شروع ہے وہیں ڈیلپوری کروالیں گے۔“

ابو، ”کیسے شوہر ہوتم۔ کیا اب غیروں سے ڈیلپوری کرواؤ گے؟“
شہزاد نے تلخ لمحے میں کہا،

”یہاں ایک ہی مسلم ڈاکٹر ہے۔!! ڈاکٹر شبانہ صدیقی۔“
ابو، ”کون شبانہ صدیقی؟“

شہزاد، ”میری کلاس فیلو۔ وہی جس کے ایم بی ایس میں داخلہ کے بعد اعلیٰ تعلیم کے خلاف احتجاجاً، آپ نے ہم دونوں کی منگنی توڑ دی تھی۔ وہی شبانہ صدیقی!“



فائل دستخط

”روہت! آپ نے چیپسٹر سیوں میں یہ سب کیا لکھا ہے---؟؟؟“

روہت کے پی۔ اتیج۔ ڈی۔ گائیڈ نے تلخ لمحے میں کہا۔

”کہاں سر“ روہت نے گھبرا کر پوچھا۔

”یہی کہ--- ہندوستانی مسلمان سیلف ایمپلامنٹ میں سب سے آگے

ہیں۔ باقی مذاہب کے مقابلے مرد اور عورت کا تناسب بہتر ہے۔ اولڈ اتیج ہوم

میں مسلم بزرگوں کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔--- کیا ہے یہ؟؟؟“

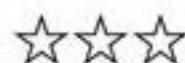
”سر یہ سب حقیقت پر مبنی ہے!“

”روہت!!! تم پی۔ اتیج۔ ڈی کرنے آئے ہو--- حقیقت بیان کرنے

نہیں! پھاڑ کر پھینک دو اسے---“

اس طرح چیپسٹر سیوں پھاڑتے ہی روہت کو گائیڈ کے فائل دستخط حاصل

ہو گئے---



دیوالی کی چھٹیاں

آج دسہرہ تھا اور بھارت الیکٹریکل اسٹور میں بہت بھیڑ تھی۔ ادھر سیٹھ جی نوٹ گنے میں مصروف تھے۔۔۔

ادھر رام اور شمبو منہ لڑکائے، گاہکوں کو سنبھالتے ہوئے اپنی قسمت کو کوس رہے تھے۔۔۔ کیونکہ سیٹھ جی نے آج ہی حکم صادر کیا تھا کہ دیوالی پر بھی تینوں دن اسٹور کھلارہے گا۔ امسال کوئی چھٹی نہیں ملے گی۔

آج انھیں کریم چاچا بہت یاد آرہے تھے۔۔۔ وہ کریم چاچا جو دیوالی پر برسوں سے اکیلے ہی اسٹور سنبھال لیا کرتے تھے۔۔۔

وہ کریم پچھا جنھیں انہی دونوں نے مختلف سازشوں کے ذریعے اسٹور سے نکلوایا تھا۔۔۔



رسم اجرا

آخر کار۔۔ سلیم صاحب نے اپنے بے روزگار بیٹے کے لیے گھری کی دکان
کھولنے کا فیصلہ کیا جس کی آج افتتاحی تقریب تھی۔۔۔
مولوی صاحب اپنے بیٹے ندیم کے ساتھ بازار پہنچے۔۔۔
انھیں ندیم کے لیے ایک تحفہ بھی خریدنا تھا۔۔۔
مولوی صاحب نے رسم اجرا کے بعد خطاب کیا اور خوب رو رو کر خیر و
برکت کے لیے دعائیں کیں۔۔۔
دعا کے بعد ندیم نے کہا،
”ابو مجھے گھری چاہیے۔۔۔“!!!
مولوی صاحب دھیرے سے بولے،
”بیٹا آگے کسی دکان سے موبائل فون لے لو اس میں گھری کے ساتھ بہت
کچھ ہے۔ یہ گھری نہیں موبائل فون کا دور ہے۔۔۔!!“



ادھوری کہانی

دوستوں نے کہا کہ ایو دھیا فیصلے پر سو لفظوں کی کہانی لکھو۔۔۔
نہ تو میں تیار تھا نہ ہی میرا ذہن، پھر بھی لکھنے بیٹھ گیا۔۔۔
کچھ آڑی ترچھی لکیریں کھینچیں۔۔۔
لفظ تو صرف سو، ہی چاہیے تھے مگر لفظ ہی ڈھونڈھتا رہا۔۔۔
پھر کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا۔۔۔!!
اس حرکت پر میری بیوی کی نظر پڑی تو مجھ سے بولی،
”کیوں جی؟ کیوں پھاڑ دیے؟ کیا لکھا تھا؟“
”کچھ نہیں ایک ادھوری کہانی تھی۔۔۔“
میں نے کہا۔

کاغذ ٹوٹتے ہوئے اس نے پوچھا،
”کون سی کہانی؟ کیا تھا عنوان؟“
ٹکڑے ڈست بن میں ڈالتے ہوئے میں نے کہا،
”النصاف!“



آخری وضو

سراج صاحب نماز پڑھنے کے لیے مسجد کے سامنے آٹو رکشا لگاتے۔
گنگا کے پانی سے وضو کرتے۔
نمازِ ظہر ادا کرتے۔
آج نماز ادا کر کے باہر نکلے تو بارش زور پکڑ چکی تھی۔
رکشے کے قریب پہنچے تو دیکھاتین لڑکے رکشے میں بیٹھے ہیں۔
وہ وندے ماتزم، بھارت ماتا کی جے اور جے شری رام جیسے نعرے لگانے
کے لیے زبردستی کرنے لگے۔
انکار کرنے پر ہاتھا پائی کی اور سراج صاحب کو دھکیل دیا۔
سر پھٹا اور خون بارش کے پانی کے ساتھ گنگا کی طرف بہنے لگا جہاں انہوں
نے نماز کے لیے وضو کیا تھا۔



بہادر لڑکی

ایک چار سالہ لڑکی اپنے سے چھوٹے ایک لڑکے کا ہاتھ تھامے کہیں جا رہی تھی کہ اچانک دونوں گر پڑے۔
دونوں رونے لگے۔

میں نے لڑکے کو اٹھایا تو وہ خاموش ہو گیا، لیکن لڑکی روئی رہی۔
دونوں کوان کے ہاتھوں سے گرے بسکٹ کے پیکٹ اٹھا کر دیا لیکن لڑکی کا رونا بند نہ ہوا۔

کافی سمجھانے پر خاموش ہوئی تو پوچھا،
”بیٹا! کیا تمھیں کہیں چوت لگی ہے---؟
لڑکی نے نفی میں سر ہلا�ا۔

پھر پوچھا،
”تم تو بہادر ہو پھر کیوں روئیں---؟“
لڑکی نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور کہا،
”میرا بھائی گر گیا تھانا۔“¹



1- یہ کہانی حقیقت پر مبنی ہے۔ میری خود بیتی کہانی ہے۔

تصور

”ریاض صاحب آپ نے تو اپنی اسکول کی تصویر ہی بدل ڈالی۔ اس انگریزی میڈیم اسکول میں تو بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جبکہ پچھلے سال تو پچ بہت کم تھے؟“
 ایجوکیشن آفیسر جو ریاض صاحب کے دوست بھی ہیں، حیرت سے سوال کیا۔

”جی! میں نے فلاجی تنظیم کے اصولوں پر اسکول شروع کیا۔ مفت تعلیم کے ساتھ یونیفارم اور کتابیں بھی مفت تھی۔۔۔ لیکن سب ناکام رہا! میں نے اس سال سے موٹی فیس و صولی کی اور اب سب ٹھیک ہے! میں نے تصویر کے ساتھ کچھ اور بدل دیا!!“

”کیا! میں سمجھا نہیں!“

”والدین کا تصور۔۔۔“



بھارت نگر کا تالاب

بھارت نگر کے مقامی لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک خوبصورت تالاب بنایا۔

قدرت بھی مہربان تھی۔ خوب بارش ہوئی اور زمین سے کئی جھیریں بھی پھوٹ گئیں۔

تالاب لبالب بھر گیا۔

دھیرے دھیرے کچھ لوگوں نے اس میں اپنے کھیتوں کی باقیات ڈالنا شروع کر دیے۔

کچرا اور گندگی پھینکنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔

پاس کے مندر سے تالاب تک ایک نالی بنادی گئی جس سے پھول پتیوں کا چڑھاوا وہاں تک بہہ کر آنے لگا۔

آج سارے تالاب کے اوپر اوپر کنوں کا پھول کھلا ہوا ہے لیکن اندر کچڑ ہی کچڑ ہے۔۔۔!



لکشمی کی چوکٹ

سلیم نیک نوجوان تھا۔

لَاک ڈاؤن کے پہلے ہی دن سے وہ ایک مقامی فلاجی تنظیم کے رکن کے طور پر خدمتِ خلق میں مصروف تھا۔

راشن کی کٹ بانٹنے کا کام بخوبی انجام دیتا۔

اس نے کبھی ہندو مسلم میں تفریق نہیں کی۔

صحیح پڑوس کے لکشمی کشاور کی چوکٹ پر خاموشی سے کٹ رکھ دی۔

دہلی سے واپس آئے اسے بیس دن سے زیادہ ہو چکے تھے۔ لیکن شام کو

محکمہ صحت اور پولیس والے اسے کورٹ نائن کے لیے جبراً لے گئے۔

لکشمی اپنی چوکٹ پر کھڑے کھڑے کہنے لگا،

”اچھا ہوا لے گئے اسے--- جماعتی کہیں کا!“



شہرت

وہ نشہ کرتی تھی۔ شراب سگریٹ خوب پیتی تھی۔۔۔
دھیرے دھیرے اس کی جوانی ڈھلنے لگی۔۔۔
اور فلمیں بھی فلاپ ہوتی رہیں۔۔۔
پھر بے روزگاری میں ایک خودکشی کے معاملے کو اس نے بڑے زور سے
اٹھایا۔

اپنے ہی شہر کو 'پاکستان آکوپا مذکشیمیر'، اپنی انڈسٹری کو 'گٹر'، اور اپنے
ساتھیوں کو 'نشیروں'، کہنے لگی اور خوب مشہور ہو گئی۔
یہ سب دیکھ کر ایک افسانچے کا پلاٹ ذہن میں آیا۔
لیکن،

چند سینٹ بعد شہرت کا خیال آیا تو افسانچوں کا مذاق بننا کر افسانچوں کے
گروپ میں پوسٹ کرتے ہی مجھے شہرت مل گئی۔۔۔!



دھولی کا کتا

سنگھ کے ہیڈ کوارٹر ناگپور میں تقریب جاری تھی جس کا موضوع تھا،
”جمهوری نظام اور اقتدار کا حصول!“
کچھ فاصلے پر واقع مومن پورہ کے ایک بریانی سینٹر سے دو دوست گفتگو
کرتے باہر نکلے،
”یار صادق! آج نئی بات علم میں آئی تو لگا کہ ہماری علیمت کا جنازہ نکل
گیا۔“
”مطلوب!!“
”دھولی کا کتا گھر کا نہ گھاث کا، اس میں گئتے سے مراد کتا ہے۔ یعنی
کپڑے دھونے کا ڈنڈا! اصل لفظ کتنکہ تھا جو بگڑ کر کتا بن گیا۔“
تبھی وہاں کھڑا ایک آوارہ کتا دونوں پر بھڑک گیا اور دونوں کو بھینجھوڑ کر
بھاگ گیا۔۔۔



عنوانات

اس نے مايوس ہو کر لیپ ٹاپ بند کیا۔
آج بھی اس کی کوئی تخلیق اخبار میں شائع نہیں ہوتی۔
اسے مايوس دیکھ کر ساحل نے وجہ دریافت کی تزوہ گویا ہوا،
”پتا نہیں یار۔۔! میری کوئی تخلیق شائع نہیں ہوتی۔ ہر اتوار اور پیرادی
صفحات کھنگال کھنگال کر تھک گیا ہوں۔“

”ارے تھکنے کی ضرورت نہیں۔۔! میرے پاس ایک ترکیب ہے وہ
کب کام آئے گی؟“

”ترکیب؟“

”ہاں! اپنی تخلیقات کے عنوانات کے ساتھ ”بچوں کے لیے۔۔۔“ یہ تین
الفاظ جوڑو۔۔۔ سب شائع ہو جائے گی۔۔۔!! آج کل ادب اطفال میں سب
چلتا ہے۔۔۔!“



بغاوت

ایک قبیلے کے لوگ پیراشوٹ بنایا کرتے تھے۔
لیکن کچھ لوگ چھوٹی چھوٹی پتینگیں بنانا چاہتے تھے۔
آخر انہوں نے بغاوت کر دی۔
آسمان میں چھوٹی چھوٹی پتینگیں اڑنے لگیں۔۔۔
کچھ ہی دنوں بعد وہ آپس میں لڑنے لگے ایک دوسری کی پتینگوں کی لمبائی
اور چوڑائی، ساخت اور رنگوں پر بحث کرنے لگے۔
انہوں نے ایک دوسرے کی پتینگوں کو پھاڑ دیا۔
ساری پتینگیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئیں۔
قبیلے کے سرداروں نے اپنے پیراشوٹ سے آسمان کی بلندیوں سے زمین
پر بکھری پتینگوں کو دیکھا۔
وہ ان نادانوں پر افسوس کے سوا کچھ نہ کر سکے۔



مسلم گراونڈ

مسلم گراونڈ پر ”مسلمانوں کی پسمندگی، اسباب اور حل“ عنوان پر تین گھنٹے سے جلسہ ہوا تھا۔

پہلے گھنٹے میں سلمان صدیقی صاحب نے مسلمانوں کی پسمندگی پر رپورٹ پیش کی تھی۔

دوسرے گھنٹے اسباب پر روشنی سراج حسن صاحب نے ڈالی تھی اور آخر میں ظہیر خان صاحب حل پیش کرنے والے تھے۔

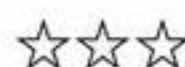
پہلے حصے کے بعد دوسرا حصہ رات دس بجے تک جاری رہا اور لاڈاپسیکر کی پابندی کا حوالہ دے کر پروگرام ختم کر دیا گیا۔

میری نظریں آسٹھ سے اترتے ہوئے ظہیر خان صاحب پر ٹک گئیں۔ ان کے ہاتھوں میں کورے کاغذوں کا پنڈہ تھا۔۔۔



بیماری

شمشان میں لمبی قطار تھی۔۔۔ 71 نمبر کی ٹوکن والے نے 70 والے کے سوال کے جواب میں کہا،
”تمہاری بات ٹھیک ہے۔۔۔! لیکن اس کو موت بھی مشکل سے چھو سکتی ہے آخر وہ ملک کا سب سے طاقتور شخص ہے۔۔۔ ڈاکٹروں کا بڑا عملہ اس کے لیے ہوتا ہے۔ اس کی صحت کی پل پل کی جانب ہوتی ہے۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں کہ اسے یہ بیماری اب تک کیوں نہیں ہوئی۔۔۔!!“
70 نمبر اپنی ٹوکن کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا،
”یہ انسان سے انسان کو ہوتی ہے، شاید! اسی لیے اسے یہ بیماری نہیں ہوئی!!“



پیلے رنگ کی بوتل

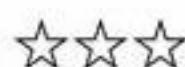
مدرسے کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر میرے سامنے ایک لڑکا پیلے رنگ کی بوتل لیے کھڑا تھا، میں نے پوچھا
”بیٹا۔۔! بوتل کہاں سے لائے ہو؟“
وہ فخر سے بولا: ”انعام میں ملی ہے۔۔۔“
مجھے شرارت سوجھی: ”مجھے یہ بوتل سوروپے میں دے دو“
اس نے نفی میں گردن گھما کر کہا،
”پانچ سوروپے!“
”چلو ٹھیک! پانچ سو میں دے دو۔“ میں نے بوتل لے لی۔
”پانچ سوروپے میں بھی نہیں دوں گا، یہ مجھے انعام میں ملی ہے۔۔۔“
اتنا کہہ کر وہ میرے ہاتھوں سے بوتل کھینچ کر مسکراتا ہوا چلا گیا۔۔۔²



2۔ خود بیتی کہانی

تخفہ

ہم دسویں میں امتیازی نمبروں سے کامیاب ہوئے تھے۔۔۔
 شہر کے سندھیوں کی تنظیم نے امتیازی نمبروں سے کامیاب طلباء کو
 تحائف تقسیم کرنے کا اعلان کیا۔
 ہم شاندار تخفے کی امید لیے سندھی بھون پہنچ کر حیران تھے۔
 یہاں تو سات سو سے زائد طلبہ و طالبات جمع ہیں۔
 ہمیں بھی ایک سادہ سارٹیفیکیٹ دیا گیا جس پر ہمارا نام غلط لکھا ہوا تھا۔
 تقریب کے اختتام پر پتا چلا کہ یہی وہ تخفہ ہے۔۔۔
 اس روز ہمیں سبق ملाकہ عمومی طور پر تقسیم کی جانے والی چیز کچھ اور ہی
 چیز ہوتی ہے! تخفہ نہیں ہوتا۔۔۔!³



پلانگ

اسے چاند سا بیٹا ہوا۔۔۔ وہ خوش تھا۔۔۔
سر جری سے پہلے اس نے تاکید کی تھی کہ بیٹا ہوا تو اس کی بیوی کا فیصلی
پلانگ آپریشن بھی کر دیا جائے۔
بیوی کے احتجاج پر اس نے کہا تھا،
”میں کتنے بیلوں کی طرح بچے نہیں چاہتا۔۔۔ مجھے مختصر خوشحال خاندان
چاہیے۔۔۔“

آج چھٹی ہوئی تو وہ بچے کو لیے اسپتال سے نکلا۔ گاڑی سڑک کے دوسرا
طرف تھی۔ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک نے اس کے بچے کو ہوا میں اچھال دیا
اور ٹرک کا پہیا اس کی کمر سے گزر گیا۔۔۔
بچھے سے بیوی یہ منظر دیکھ گنگ رہ گئی۔۔۔



بستر کا کونا

”ریشمی رشتے“ سیریز کا اگلا ناول مکمل تھا۔ اختتام ہی نہیں بلکہ پورے ناول سے میں مطمئن نہیں تھا۔ پبلیشر کی یادbañی سے مزید بے چین تھا۔ رات کے تین نج گئے تھے۔ بچوں سمیت بیوی ماں کے گئی ہوئی تھی۔

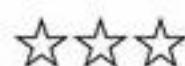
صبح دفتر کے لیے نکلا تو امی نے آواز دی،

”بیٹا۔۔۔!! رات بھر تمہارے کمرے کی بیان روشن تھیں، کیا بات

ہے۔۔۔!“

ہفتوں بعد میں امی کے بستر کے کونے پر بیٹھا تو انہوں نے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔۔۔!

ناول کے اختتام پر مجھے جس سکون کی تلاش تھی وہ تو امی کے بستر کے اسی کونے پر موجود تھا۔۔۔!!



منصوبہ ندی

”صاحب! ملک کے حالات بے قابو ہیں۔ آسیجن، دواوں اور ویکسین کی
قلت ہے۔ سارے ہاپیٹل بھرے پڑے ہیں۔ لاشیں جلانے کے لیے لکڑیاں
نہیں! شمشان میں جگہ نہیں! دو دلو میٹر تک لاشوں کی قطاریں ہیں۔ لوگ
لاشوں کو گنگا میں بہار ہے ہیں۔ ندی کنارے ریت میں دفن کر رہے ہیں۔ ہر
خاص و عام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔“

”ٹھیک ہے ہم کچھ کرتے ہیں۔۔۔“

”جی سر، حکم کریں ہمارا منصوبہ کیا ہے؟“

”آنسوؤں کا جواب ہم آنسوؤں سے دیں گے۔ میں اگلی آن لائن میٹنگ
میں رو دوں گا۔۔۔ بس!!“

یہ کہتے ہوئے صاحب مسکرا دیے۔۔۔



چشم میں

انعام الحق صاحب سر پر پانی سے بھرا ڈرم اٹھائے نوید کے آگے چل رہے تھے، وہ چیخنے،

”نوید! کیا اٹھایا سڑک سے؟ پھینکو فوراً!“

دس سالہ نوید نے جواب دیا،

”ابو۔۔۔ کو کا کولا کا ڈھکن ہے۔۔۔“

”بیٹا! سڑک سے ایسے کوئی چیز نہیں اٹھاتے۔۔۔ اچھی بات نہیں!“

”جی ابو!“ کہتے ہوئے نوید نے ڈھکن پھینک دیا۔

”لیکن ابو آپ تو آگے چل رہے ہیں، آپ کو کیسے دکھائی دیا؟“

”بیٹا آپ کا سایہ دکھائی دے رہا ہے۔۔۔ میں تو آپ کے سایے پر بھی

نظر رکھتا ہوں۔۔۔“

”جی ابو!“ کہتے ہوئے نوید اپنے ابو کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔۔۔⁴



4۔ خان نوید الحق انعام الحق صاحب کی خود بیتی کہانی

ہیک

”وہ دوسری مرتبہ بھی وزیر اعظم بن گیا، تیسرا مرتبہ بھی بن سکتا ہے،
اسے دلوں کو جیتنا آتا ہے۔“

”نہیں! وہ ہیک کرتا ہے۔۔۔!“

”کیا ای۔ وی۔ ایم؟“

”نہیں“

”تو پھر؟؟؟“

”مسلم ممالک اسے قومی اعزازات سے نواز رہے ہیں۔ متحده عرب
امارات میں وہ مندر بنوارہا ہے۔ پڑوسی اسلامی جمہوریہ اسے مندر میں درشن
اور روپیاں کروارہی ہے۔ انتخابات کے وقت وہ گھاؤں اور ملک کی مختلف
مندوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر ہو رہا ہے۔۔۔!“

”تو اس نے کیا ہیک کیا؟“

”دل نہیں جیتنا۔۔۔ بیوقوف لوگوں کا دل ہیک کرتا ہے وہ!“



اندھیر چوکی

بدبودار کال کوٹھری میں سارے لوگ پریشان تھے۔
کل ستائیں لوگ تھے جو یہاں پر قید کیے گئے تھے۔
کمرہ اتنا چھوٹا تھا کہ اگر سارے بیٹھ جائیں تو کمرہ بھر جائے۔ اس لیے کچھ
لوگ کھڑے اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔
ان تمام کا تعلق ایک ہی مذہب سے تھا اوتقریباً تمام لوگوں کے سر پر
ٹوپیاں لگی ہوئی تھیں۔ انھیں مسجد سے پکڑ کر یہاں لا یا گیا تھا۔
اندھیر چوکی میں انھیں تین گھنٹے سے زیادہ کا وقت ہو گیا تھا۔
ان تمام کا جرم تھا کہ انہوں نے سوشن ڈسٹینفنسنگ کی خلاف ورزی کی
تھی۔



عام اور آم

2019ء عام انتخابات کے پہلے خاص انٹرویو میں، ایک خاص شخص جو سلیبرٹی بھی تھا اس نے اپنے سے بھی خاص شخص سے ایک عام سی چیز پر بہت ہی خاص سوال پوچھا،

”آپ آم کاٹ کر کھاتے ہیں یا چوس کر؟“
وہ خاص انٹرویو عام لوگوں میں بے حد مقبول ہوا۔
اس عام انتخابات میں اس بہت ہی خاص آدمی کو جیت حاصل ہوئی۔۔۔

پھر 370 ہٹا،

مندر کا فیصلہ آیا،

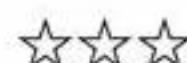
سی۔ اے۔ اے آیا،

کورونا آیا،

لاک ڈاؤن آیا

اور!

معلوم ہوا کہ وہ خاص قسم کا آم کاٹ کر کھاتا ہے اور عام لوگوں کا خون چوس کر پتیا ہے!



ہیڈلائن

وہ ہندی اخبار کا لے آؤٹ ڈیزائن کیا کرتا تھا۔
مئی 2014ء لوک سبھا انتخابات کے نتائج کی شام اس نے ہندوستان
کے حلقة انتخابات کا نقشہ دکھاتے ہوئے چیف ایڈیٹر سے پوچھا،
”سر ہیڈلائن کیا لگاؤ؟“
ایڈیٹر مسکراایا اور کہا،
”بھگوارنگ میں رنگ بھارت! یہ ہیڈنگ لگا دو!“
مئی 2019ء انتخابات کے نتائج کی شام ویسا ہی نقشہ دکھانے پر ایڈیٹر
خوشی سے جھوم کر بولا،
”بھگوارنگ میں رنگ بھارت!“
آج مئی 2021ء اس کے ہاتھ میں ہندوستان کا نقشہ جس میں شمشان
کی چتا میں تھیں۔۔۔
ڈیزائرنے پوچھا،
”بھگوارنگ میں رنگ بھارت! یہ ہیڈنگ لگا دو؟“



واٹس ایپ پوسٹ

”ہیلو شکیل۔“

”جی سرفرمائیں۔“

”پچھلے ہفتے شوخی صاحب کا مجھ پر لکھا جو خاکہ ملا تھا اسے فوراً میرے
موباکل پر بھیجو!“

”سر تھوڑا وقت لگے گا۔“

”کیا تمھیں پتا نہیں؟ شوخی صاحب انتقال کر گئے۔ آج پھر میں واٹس ایپ
پر انتقال کی خبر پوسٹ کرنے میں پچھے رہ گیا۔“

”سر وہ ان پیچ فائل ہے۔ یونیکوڈ میں تبدیل کر کے بھیجا ہوں۔“

”میرے ساتھ شوخی صاحب کی جو تصویر ہے وہ بھی بھیجو!“

دبا کے سبب ہونے والی اموات کے دوران اس ادیب نے اپنا خاکہ،
کتاب کے اجراء کی تصویر شیر کر کے خوب داد بُوری۔۔۔!



پچیس

میں اور حق صاحب 'قرطاس و قلم' کی آن لائِن نشست میں شامل تھے۔
پروگرام کے بعد ان کا فون آیا۔
کہنے لگے،
”ریحان بابو! تمہاری سو لفظی کہانیاں پڑھ کر مجھے خوشی کے ساتھ ساتھ
حیرت بھی ہوتی ہے کہ کس طرح لکھ لیتے ہو؟ بعد میں جب انور مرزا صاحب
نے پچاس لفظی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں پچیس
لفظی کہانی لکھوں! لیکن کاغذ پھاڑ کر پھینک دیا کہ کبھی چوبیں ہوتی تو کبھی
چھپیں---!“

اور ہم چوبیں اور چھپیں کے درمیان پھنسے پچیس پر خوب دیر تک ہنتے
رہے---!⁵



ٹھنڈا شیر خور مہ

وہ بھی شاید میری طرح فلسطین پر ہو رہے تازہ ظلم و ستم کے سبب
اندرونی طور پر بے چین تھا،
”بھائی! شیر خور مہ تو لو۔۔۔ دیکھو کہیں بالکل ٹھنڈا نہ ہو جائے۔۔۔!!“
”ٹھنڈا تو شاید ہمارا خون ہو گیا ہے۔۔۔!!“ اس نے بے بی سے کہا۔
میں نے تسلی دی،
”سلیم بھائی! بڑی بڑی اسلامی حکومتیں، آر گنازیشن اور تنظیمیں وغیرہ
ہیں نا؟ یہ سب ضرور کچھ نہ کچھ کریں گی۔۔۔!“
”سب کی الگ الگ دنیا، الگ الگ نقشے ہیں۔ ان کے نقشوں میں برماء،
کشمیر اور فلسطین نہیں!“
یہ کہتے ہوئے سلیم نے ٹھنڈا شیر خور مہ واپس ٹرے میں رکھ دیا۔۔۔!



چھپا ہوا سسٹم

”موذی اور جان لیوا وبا کے باعث ملک بربادی کے دہانے پر ہے---!! لاکھوں بغیر دوا، بغیر آسیجن کے تڑپ تڑپ کر مر گئے---۔ شمشان میں جگہ نہیں! جلانے کے لیے لکڑیاں نہیں! مردہ جانوروں کی طرح انسانی لاشیں ندیوں میں تیر رہی ہیں۔ اس پر یہ لاک ڈاؤن---! یہ سسٹم کی ناکامی ہے---۔ آخر کہاں ہے سسٹم؟“

بڑے کارپوریٹ میڈیا کے اردو نیوز انکر نے پینسلٹ سے پوچھا۔

پینسلٹ نے کہا،

”آپ کی بات کے پہلے لفظ میں چھپا ہوا ہے جواب---! بس آپ کو دکھائی نہیں دے رہا---۔ اس لفظ کے واحد نقطے کو نکال دیں! وہی ہے سسٹم!“



نیا ٹاسک

اندھیر نگری میں خطرناک و با پھیل گئی۔
تحالی اور تالی بجانے کے بعد راجا چوپٹ سے درباریوں نے پوچھا،
”مہاراج اب کیا کرنا ہے۔۔۔ بتائیں!!“
چوپٹ راجا نے داڑھی کھجا کر سارے تنکے گردیے اور درباریوں سے
من کی بات کی،
”نیا ٹاسک ہے! دیا جلا۔۔۔ دیا جلا۔۔۔!“
چوپٹ راجا کی گود سے سارے طوٹے اڑنے لگے اور نگری میں چاروں
طرف گھوم گھوم کر ایک ہی رٹ لگا دی،
”دیا جلا۔۔۔ دیا جلا۔۔۔!“
لیکن! کچھ دنوں بعد نگری کی شمشان سے دھواں اٹھنے لگا۔۔۔
اور چاروں طرف بس یہی چیخ و پکار تھی،
”جلادیا۔۔۔ جلا دیا۔۔۔!“



ریفیو جی کیپ

2044ء کی ایک بھیانک رات جب قزاقستان میں ملک بدر ہندوستانی مسلمانوں کے ایک ریفیو جی کیپ میں خون خرابے کے بعد سینکڑوں لوگوں کو پولیس اسٹیشن لا یا گیا۔

”اب تو اقوام متحده نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ آپ روہنگیا سے بھی زیادہ مظلوم قوم ہیں۔۔۔ ہندوستان کی فاسٹ حکومت نے آپ جیسے کروڑوں مسلمانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کیا، شکر کرو کہ یہاں پناہ مل گئی۔ بہر حال یہ خونی کھیل کیوں کھیلا گیا؟“
انسپکٹر نے پوچھا۔

”سر باقی ملک کے لوگ ہمیں ہماری مسجد میں بالکل بھی برداشت نہیں!“

ایک نوجوان سرخ آنکھیں نکال کر چینا۔



رام بان

یونیورسٹی کی والیں چانسلر اپنی طبیعت اور نیند نہ آنے سے پریشان تھی،
”بہت پریشان ہوں، نیند نہیں آتی---“
”میں صرف ڈاکٹر نہیں! تمہارا دوست بھی ہوں، بتاؤ کیا بات ہے؟“
”یونیورسٹی میں نئی تقریبوں سے کل دو کروڑ جمع ہوئے ہیں۔“
”ہم! تو یہ وجہ ہے؟“
”نہیں! ڈر ہے کہیں پکڑی نہ جاؤ!“
”ایک رام بان ہے میرے پاس۔! نیند نہ آنے کا سارا ٹھیکار کسی اور پر
پھوڑ دو! بلکہ ایسا کرنے سے تمہارے حامیوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔“
”کس پر پھوڑنا ہے ٹھیکرا؟“
”صحیح کی اذان اور لاوڑا اپیکر پر!“
تجویز سن کروہ مسکرا دی۔



ریموت کنٹرول

”جناب! آپ کا افسانہ شائع نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ سوری!!“

”کیوں! کیا ہوا؟“

”منسی کے نام پر مذاق کے سوا کچھ نہیں! یہ کیا لکھ دیا کہ وا رس سے پھیلنے والی وباری یوت سے کنٹرول کی جارہی ہے؟“

”کیوں کیا یہ حقیقت نہیں؟ ایک مخصوص پارٹی کی حکومت اور انتخابات والی ریاستیں اس وبا سے محفوظ کیے ہیں؟“

”بھائی! وا رس پر جغرافیائی حالات اثر انداز ہوتے ہیں، بہر حال! ہم یہ بکواس شائع نہیں کریں گے۔۔۔ معدورت!“

اس مختصر واٹس ایپ چیٹ کے بعد ایڈیٹر نے موبائل رکھا اور ریموت اٹھا کر مسکراتے ہوئے اپنی پسند کا چینل دیکھنے لگا۔



پاگل

”صاحب یہ پاگل ہے! ماسک کے لیے ٹوکا تو اس نے دیوار پر تھوک دیا، جہاں لکھا تھا۔۔۔ تھوکنا منع ہے۔“ میں نے ڈانٹ کر چھوڑ دیا۔۔۔ لیکن کچھ دور جا کر پیشتاب کرنے لگا جب کہ وہاں لکھا تھا۔۔۔ پیشتاب کرنا منع ہے!“ حولدار بولا۔

انسپکٹر چینا،

”کیوں بے بھوتی کے؟ پاگل ہے یا ایکٹنگ کر رہا ہے؟“
 ”صاحب! پاگل ہوں۔۔۔ ایکٹنگ تو کل وزیر اعلیٰ کر رہے تھے۔“
 ”کیا مطلب؟“
 لمزم نے ماسک نیچے کرتے ہوئے کہا،
 ”خبر میں دیکھا نہیں۔۔۔؟ وہ ہزاروں کی بھیڑ میں سڑک پر سو شل ڈسٹریکٹنگ کے دائرے بنارہے تھے۔۔۔ جیسا راجاوی کی پر جا!!!“



پانی اور خون

کلھاڑی لیے جلالی باوا تیز تیز چلے جا رہے تھے۔ کسی نے پوچھ لیا،
”باوا کہاں؟“

جلالی باواناک پھلا کر بول پڑے،

”محصوم بچے کو مندر میں پانی پینے کے سبب پیٹ پیٹ کر ادھ مر اکر دیا
اور سینہ زوری یہ کہ باہر لکھ بھی دیا ہے۔۔۔ مسلمان کا اندر آنا منع ہے۔“

”باوان بینر تو اس مسجد کے سامنے بھی لگا ہے۔۔۔ وہ دیکھیے۔۔۔!“

باوانے بینر کو دیکھا،

”اس مسجد میں دیوبندی، وہابی، تبلیغیوں اور سلفیوں کا آنا سخت منع ہے۔“

ان کی کلھاڑی ہاتھوں سے چھوٹ کر پاؤں پر گر گئی اور خون نکلنے لگا۔۔۔



منور نجف

”کیا کہوں! لاک ڈاؤن کے بعد زندگی دشوار، دن بے چین اور راتیں
اداس ہو گئی ہیں یار!“

”کیوں کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں! آن لاک ہوتے ہی زندگی کی رفتار تیز بہت تیز ہو گئی ہے۔!!
زندگی آگے، میں پچھے رہ جاتا ہوں۔ ماہیوس، اداس اور تھکا ہوا! مجھے منور نجف کی
سخت ضرورت ہے!“

”منور نجف نہیں! زندگی میں ادب کا ہونا ضروری ہے۔ تمھیں کچھ ادبی
گروپ میں شامل کرواتا ہوں۔“

”ادبی گروپ نہیں! مجھے افسانوں کے گروپ میں شامل ہونا ہے۔“

”وہ ہی کیوں؟“

”سنا ہے! افسانوں کے گروپ میں نوٹکیاں بہت ہوتی ہیں اور مجھے
نوٹکیاں پسند ہیں!“



مینگ روم

”سر! ہمیں ویکسینیشن مہم تیز کرنی چاہیے۔۔۔ صوبے میں کیسز تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔“

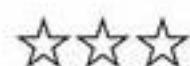
”ویکسین تو سینڈری اسٹج ہے۔۔۔! ہمیں ٹیٹنگ اور کانٹیکٹ ٹریننگ بڑھادینی چاہیے۔“

”سر! ہمیں دوبارہ لاک ڈاؤن نافذ کرنا چاہیے۔“
مختلف سیکریٹریوں کی تجاویز کے باوجود وزیر اعلیٰ مطمئن نہ تھے۔
اُدھر مینگ روم کے باہر ایک چپرائی نے دوسرے سے ماں کے درمیان سرگوشی کی،

”پانڈو! میرے پاس اس مسئلے کا حل ہے! وہ بھی دو دو!!“

”بول شندے! اب تو ہی بول؟“

”یا تو صاحب یہاں ایکشن ڈیکلیسر کر دیں یا مرکز میں جس کی حکومت ہے ان کے ساتھ سرکار بنالیں!!“



حافظ صاحب

اسکول کے سالانہ اجلاس کے اختتام پر یوسف نے اسکول انتظامیہ کمیٹی کے صدر سلمان کو مبارکباد پیش کی،
”بھائی آپ کے اسکول میں تو بہار ہے۔ ماشاء اللہ! طلبہ کی تعداد کافی بڑھ چکی ہے۔“

”یہ سب آپ کے مفید مشورے کا نتیجہ ہے جناب! ورنہ ہمارے انگریزی میڈیم اسکول کو کون پوچھتا تھا۔ مذہبی ماحول کے لیے۔۔۔ اسلامی لباس کو یونیفارم بنالیا گیا۔۔۔ بارہ سوروپے ماہانہ پر ایک حافظ صاحب کو دینیات کے لیے رکھ لیا ہے۔۔۔ پرانے اسٹاف کے باوجود ایڈیشن میں زبردست اضافہ ہوا۔۔۔!“

یہ کہتے ہوئے سلمان نے یوسف کا ہاتھ خوشی سے دبادیا۔



ٹیک لائے

ناگپور آئی۔ ٹی۔ سیل میں دو دوست خوش گپیاں کر رہے تھے۔

”شبھم یہ پوسٹ تیار ہے۔“

”اس میں کیا ہے روی؟“

”اُن کے ”پیسیگمبر“ کی گستاخیاں ہیں اس میں۔۔۔“

”لیکن یہ آگ سے کھینا ہو گا ڈیئر۔۔۔!“

”نہیں دوست کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ بلکہ ان کے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے۔“

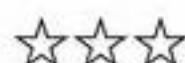
”کیسے؟؟؟ میں سمجھا نہیں!“

”ویکھو کسی دور دراز علاقے میں جہاں ریاستی حکومت ہماری پارٹی کی ہو،

کسی فرضی اکاؤنٹ سے اسے اپلوڈ کر دو۔۔۔ باقی ان میں سے اکثر بیوقوف اس

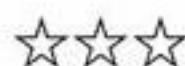
ٹیک لائے کے ساتھ خود شیر کریں گے،

”لکھنے یا بنانے والے پر لعنت بھیج کر زیادہ سے زیادہ شیر کریں۔“



میری آواز

زوم وینار میں شریف مقالہ پڑھ رہا تھا۔
کچھ شرکاء کے آڈیو شروع کچھ کے بند تھے۔
لیکن! سلیم کی طرف سے بچوں کی، الیاس کی طرف سے بکریوں کی، معراج کی طرف سے عورتوں کی گفتگو کی آوازیں آرہی تھیں۔
ہوست نے سب کے مائیک میوت کر کے شریف سے مائیک شروع کرنے کی درخواست کی۔
شریف نے مائیک شروع کر کے بپچھا،
”میری آواز آرہی ہے۔“
سلیم، الیاس اور معراج نے فوراً مائیک شروع کیا اور شریف کو اطلاع دی
”ہاں! آرہی ہے۔“
اور--- دوبارہ ان تینوں کی طرف سے بچوں، بکریوں اور عورتوں کی آوازیں آنے لگیں۔



درد کی گولیاں

چھوٹے بھائی ڈاکٹر فرحان نے سفر کا احوال پوچھا تو میں نے کہا،
”بال بھارتی پہنچنے کے بعد پہلی ہی رات پیر میں موچ آگئی۔ مشکل سے
دوسری منزل تک پہنچا۔ بیگ ٹھولا تو تمہاری دی ہوئی چند گولیاں نکل آئیں۔۔۔
تم تو جانتے ہو میرے ساتھ سفر کے دوران، ہاتھ پیر سر درد کی گولیاں ضرور ہوتی
ہیں!! دعا کے بعد میں گولی کھا کر سو گیا۔۔۔ صبح جب پیر فرش پر رکھا تو درد بالکل
غائب تھا۔۔۔“

بھائی مسکرا کر بولا،
الحمد للہ! وہ ایسٹیڈیٹ کی گولیاں تھیں۔۔۔! جلد بازی میں باقی گولیاں گھر پر
ہی چھوڑ گئے تھے آپ!⁶



6۔ خود بیتی کہانی

پرو جیکٹ

ہرش پونہ کی ملٹی نیشنل کمپنی میں سافت ویرڈ یوپر تھا۔۔۔
وہ دن بھر لیپ ٹاپ پر کھٹ کھٹ کرتے اب او، ب چکا تھا۔۔۔
آج اسے اپنا پرو جیکٹ ختم کرنا تھا۔
جھنجھلا کر آفس سے باہر نکل کرفٹ پاتھ پر آکر اپنی منگیتھر کو اس نے فون
لگایا۔۔۔ لیکن ہر بار کال ڈر اپ ہو جا رہی تھی۔
وہ پریشانی کے عالم میں موبائل پر انگلیاں پھیرتا رہا تھا ایک شخص نے اس
کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا،
”بیٹا آخری مرتبہ تم نے آسمان کب دیکھا تھا؟“
اور بغیر جواب سے آگے بڑھ گیا۔۔۔!!!
ہرش ہکا بکا آسمان کو غور سے دیکھتا رہ گیا۔?



7۔ خان نوید الحق صاحب کی خود بیتی کہانی

مسجد کا چندہ

”خان صاحب کیا یہ فضول خرچی نہیں ہے۔“

میں نے مسجد سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

”کیا ہوا، میں سمجھا نہیں!“

خان صاحب نے کہا۔

”مسجد کے تعمیری کام کے لیے اتنا سارا چندہ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ کون سی اپنے مسلک کی مسجد ہے؟“

”میں نے کہا۔“

”میاں! کبھی ہماری طرح ہمارے مسلک کا کوئی تو آئے گا یہاں۔ اس کا ثواب مجھے مل جائے گا۔“

”کون اور کب آئے گا---؟“ میں نے پوچھا۔

وہ بولے،

”جیسے ہم آئے؟ ہمارا ثواب پہنچ جائے گا اس کو جو ہمارے مسلک کا تھا اور کبھی کچھ چندہ دے گیا ہو گا---!!“⁸



8۔ خان نوید الحق صاحب کی خود بیتی کہانی

غالب اور شبی کے پڑوسی

ایک صاحب کو مگان تھا کہ وہ بہت اچھا لکھتے ہیں اور زبان و بیان پر انھیں بڑی قدرت حاصل ہے۔

اکثر چھوٹے بڑے رسائل و اخبارات پر رائے دیا کرتے تھے کہ
”آج کل تو کچھ بھی چھپ رہا ہے۔۔۔“!

میں نے کہا،

”آپ کو پتا ہے۔۔۔! غالب اور شبی کے پڑوسی ان سے بہتر شاعر اور ادیب
تھے۔۔۔“

انھوں نے کہا،

”میاں تمہارا دماغ ٹھیک ہے نا۔۔۔؟ آج تک ان پڑوسیوں کا نام نہیں
سنا۔۔۔ اور نہ ہی انھیں کسی میگزین میں پڑھا۔۔۔!!“

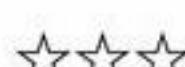
میں نے کہا،

”آپ بھی تو کبھی شائع نہیں ہوتے کسی میگزین یا اخبار میں۔۔۔؟؟؟“



چور

وہ چہرے پر شجاعت، زبان پر صداقت اور دل میں ہندوستان رکھتا تھا۔
وہ اکثر بانگ ڈپل کہتا کہ
”کسی کے باپ کا ہندوستان تھوڑی ہے!“
وہ بے باک، غلط کو غلط کہتا، رب کے سوا کسی سے نہ ڈرتا۔ ایمر جنسی کے
دوران ”سرکار چور ہے!“ کہا۔
کون سی اور کہاں کی سرکار چور ہے یہ بتائے بغیر وہ ایک دن اچانک چلا
گیا۔ شرپسندوں نے اس روز خوب گستاخیاں کیں لطیفے بنائے۔
ایمر جنسی کے مجاہدین کو نواز نے کے ڈرامے کرنے والی سرکار ان حرکتوں
پر خاموش تھی۔
اب سمجھ میں آیا کہ وہ کون سی سرکار کو چور کہتا تھا!⁹



9۔ ڈاکٹر راحت انوری کی رحلت پر کہی گئی کہانی

نازک موضوع

اردو کے ایک پروفیسر نے واٹس ایپ پر اس سوال کے ساتھ
پی۔ ڈی۔ ایف فائل ارسال کی،
”کیا یہ مضمون آپ اپنے رسالے میں چھاپ سکتے ہیں؟“
پی۔ ڈی۔ ایف ڈاؤن لوڈ کرتے ہوئے میں سوچنے لگا کہ کسی اہم، نازک،
حاس یا انتہائی سنجیدہ موضوع پر کوئی مضمون ہو گا۔۔۔
نئی تعلیمی پالیسی، ماب لنچینگ، ہندو مسلم منافرت، شرپسندوں کا خفیہ
ایجنسڈا، ملک کی معاشی بدحالی، اسکول بندی کے نقصانات، اردو کا مستقبل جیسے
موضوعات ذہن میں ابھرے۔

جب پی۔ ڈی۔ ایف کھلی تو میں حیران تھا کہ یہ تو پروفیسر صاحب کے والد
محترم کے کسی مخالف پر ذاتی مخاصمت سے کیا گیا تبرہ تھا۔



دوسرے قاعدہ

رمضان کا پہلا عشرہ تھا۔

مغرب کی نماز میں مسجد کا گراونڈ فلور نمازوں سے بھر چکا تھا۔

جماعت دوسرے قاعدے میں تھی۔

میں سیڑھیوں سے اوپر جا رہا تھا کہ تبھی آخری صف میں کھڑے ایک بچے کو ایک نوجوان نے جماعت سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا،

”چل اوپر جا کر نماز پڑھ۔“

پھر جلدی سے نیت باندھ کر وہ نوجوان قاعدے میں بیٹھ گیا۔

سیڑھیوں سے میں اس بچے کو دیکھتا رہا۔

مجھے امید تھی وہ اوپر ضرور آئے گا لیکن یہ کیا! وہ مسجد سے باہر نکل گیا۔

اس کے بعد وہ کبھی مسجد میں دکھائی نہیں دیا۔

☆☆☆

کل اور آج

رشید صاحب نے گھر ہی میں نمازِ مغرب ادا کی۔
ہمیشہ کی طرح سر پر ٹوپی لگی ہوئی تھی۔
ریڈنگ ٹیبل پر ایک ناول نظر آیا۔ اٹھا کر پڑھنے لگے۔
ابھی چند ہی صفحات پڑھے تھے کہ گھر کے بچوں نے دھما چوکڑی مچانا
شروع کر دی۔

شور سن کر مسز رشید نے بچوں کو ڈالنا،
”چلو بھاگو۔۔۔! تمھیں دکھائی نہیں دیتا کہ ابو تلاوت کر رہے ہیں؟“
لیکن آج جب رشید صاحب موبائل پر تفسیر ابن کثیر کے مطالعے میں
مشغول تھے تبھی مسز رشید نے ظراً گھا،
”انھیں تولیپ ٹاپ اور موبائل سے فرصت ہی نہیں ملتی!“



دن رات

کشن اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پیدل سفر کر کے یہاں تک پہنچا تھا۔
تقریباً پندرہ روز، کشن اور ڈیڑھ سولوگ ایک اسکول میں ٹھہرائے گئے
تھے۔

یہاں مسلم ٹیچرز ایوسی ایشن کے ممبران نے اپنی ایک ماہ کی تنخواہ اور دن
رات محنت کر کے ان مزدوروں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔
آج تنظیم نے روانگی کا انتظام کیا۔
گاڑی میں بیٹھا کشن موبائل پر بات کر رہا تھا،
”چنتا مت کرو ماں! چار سو کلو میٹر ہم گاڑی سے طے کریں گے۔ سرکار نے
سب انتظام کیا ہے۔ ہاں ہاں مودی ہے تو ممکن ہے! جے شری رام!“



خبر اور خواب

وہ بڑے میڈیا گروپ کا روپرٹر تھا جو صحیح سے پوسٹ مارٹم روم کے باہر کھڑا
لاشوں کی شناخت کر رہا تھا۔۔۔
وہ پریشان نظر آرہا تھا۔۔۔
جب بھی کسی مسلمان کی لاش دیکھتا،
”اوہ گاؤ!“ کہتا۔۔۔!!
مجھ سے رہانہ گیا تو پوچھا،
”کمال ہے تمہیں مسلمانوں کی موت پر افسوس اور ہندوؤں کی موت پر
نہیں؟“

روپرٹر نے جھنچھلا کر جواب دیا،
”بات افسوس کی نہیں۔۔۔ آج اگر یہ ساری لاشیں ہندوؤں کی ہوتیں تو یہ
خبر فساد کی نہیں آتی۔۔۔ اسلامی آتک واد“!!
ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا خواب چکنا چور ہو گیا ہو۔۔۔!!



آس پاس

”بیٹا۔۔!! وہ تم ہو جس نے ان دنگوں میں ہمارے بیٹے گوپال کی جان بچائی۔۔؟“

نوجوان سے ہاتھ ملاتے ہوئے مشرابی نے پوچھا۔

”انگل بچانے والا تو اور پروالا ہے میں تو بس ایک ذریعہ ہوں۔“

نوجوان نے کہا۔

”شکریہ بیٹا شکریہ۔۔۔ رام جی کی کرپار، ہی ورنہ تو ان جہادیوں نے کوئی کسرنہ چھوڑی تھی۔۔۔ انھیں اب پاکستان ہی بھیج دینا چاہیے۔۔۔ وہ تو بہت اچھا ہوا جو ہم نے ایسٹ کا جواب پتھرا اور گولیوں سے دیا۔ ویسے رہتے کہاں ہوا اور نام کیا ہے تمہارا؟“

نوجوان بولا،

”یہیں پاس میں رہتا ہوں، فیضان نام ہے میرا۔۔۔!!“



پارلیمنٹ کا گلیارا

”سب گڑبرڈ ہو گئی ہے۔۔۔ CAA کی وجہ سے NRC لاؤ کرنا اب دشوار ہے۔ ملک بھر میں غصے اور خوف کا ماحول ہے۔“
پہلے وزیر نے فکر انگلیز لجھے میں کہا۔
دوسرے وزیر مسکراتے ہوئے بولا،
”کبھی کبھی رامائش بھی پڑھ لیا کرو۔۔۔! من کو شانتی ملے گی اور تھوڑا بہت گیان بھی۔۔۔“
پہلے وزیر نے کہا، ”میں سمجھا نہیں!“
”شریمان NRC ضرور لاؤ ہو گا لیکن NPR کے بھیں میں، بالکل ویسے ہی جیسے سادھو کے بھیں میں راون آیا تھا سیتا ہرن کے لیے۔“
دوسرے وزیر نے وضاحت کی اور پارلیمنٹ کا گلیارا دونوں کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔



شہر کا ماحول

”نوجوان دوستو! قربانیوں کا وقت آگیا ہے۔ ہمیں خون کا ایک ایک قطرہ بھارت ماتتا کے چرنوں میں ارپن کرنا ہو گا۔ جو لوگ دہلی کی سڑکوں پر سی اے اے کے خلاف بیٹھے ہیں سارے دلیش درو ہی ہیں۔ انھیں کھدیڑنا ہو گا۔“
شکلاجی کے شعلہ بیانی کے بعد نوجوانوں نے بھارت ماتتا کی جے، وندے ماتزم اور جے شری رام کے نعرے لگائے۔

تبھی شکلاجی کے سیکریٹری نے موبائل دیتے ہوئے کہا،
”لندن سے آپ کے بیٹے کافون ہے۔“
شکلانے دھسے لبھ میں بیٹے سے کہا،
”خبردار! تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں! شہر کا ماحول خراب ہونے والا ہے۔“



لغت

۱۰ نومبر ۲۰۱۹ء کا اخبار جیسے ہی میں نے مطالعے کی میز پر رکھی ہوئی لغت پر رکھا، لغت میں کچھ عجیب سی ہلچل پیدا ہوئی۔ لغت کے سارے لفظوں میں بھگدڑ مجھ گئی۔

”دلیری“، ”خودداری“ اور ”پیاساکی“ دبک کر بیٹھ گئے۔

”الفاظ بزدی“، ”امن و امان“ کا، ”بغافت“ صبر کا اور ”احتجاج“، ”حب الوطنی“ کا چولا اوڑھے لغت سے باہر آگئے اور سمجھی سو شل میڈیا پر گشت کرنے لگے۔

آخر میں ”دہشت“، ”ڈر“ اور ”خوف“ نے ”خاموشی“ کے سر سے ”عبادت“ کی دستار اتاری اور ”دانشمندی“ کے نقاب سے اسے ڈھک دیا۔

پھر بے چاری ”خاموشی“ لغت کی دلیل پر بیٹھ گئی۔



عجیب اتفاق

حال ہی میں ختم ہوئے ایکشن میں بڑا عجیب اتفاق ہوا۔۔۔
فضل کے کہنے پر فیروز نے ملت کا در در کھنے والی سیاسی جماعت کو آخر کار
ووٹ دے ہی دیا۔۔۔
لیکن! یہ اتنا آسان نہیں تھا۔
اس کام کے لیے فضل کو بہت محنت کرنی پڑی۔۔۔
فضل نے دین کا واسطہ دیا، شریعت کی باتیں کیں۔ احادیث اور قرآنی
ترجمے سنائے۔۔۔ تب جا کر یہ ممکن ہوا۔
لیکن جب آج فیروز نے جیسے ہی عید میلاد النبی ﷺ کے لیے فضل سے
چندے کی مانگ کی وہ بھڑک اٹھا۔
”چل جا بے فیروز اپنا کام کر میری کوئی عید وید نہیں۔۔۔“



ٹک ٹاک

جنگل کے اجلاس میں ٹک ٹاک کو دشمنان جنگل کا فتنہ قرار دیا گیا۔ اس کے نقصانات کی تشبیر کے لیے ذمے داریاں سنوپی گئیں۔
ہاتھی کو فیسک اور انسٹاگرام، بھالو کو یوٹیوب اور ٹیلی ویژن، بندر کو ٹوٹیر اور واٹس ایپ پر تشبیر کی ذمہ داری سنوپی گئی۔
آخر میں شیرخان نے تجویز پیش کی کہ ”اس کی تشبیر ٹک ٹاک پر بھی کی جائے کیوں کہ جنھیں سمجھانا ہے وہ تمام تو وہیں ملیں گے۔“

اس تجویز کو تائید حاصل ہونے کے بعد ٹک ٹاک پر تشبیر کی ذمے داری خود شیرخان کو سنوپی گئی۔



اکیشن

آج ایکشن کیمپسین کا آخری دن تھا۔۔۔
ساری سیاسی جماعتوں نے ایڑھی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا۔۔۔
 مختلف گیاں انتخابی روپیوں سے آباد تھیں۔۔۔
 کہیں تین رنگی، کہیں دو رنگی جھنڈے لہارے تھے۔ کہیں زعفرانی، کہیں
 نیلی، کہیں ہرے رنگ کی ٹوپیاں نظر آرہی تھیں۔
 اس بار ہرے رنگ والی ٹوپیوں کی ہر طرف دھوم تھی۔۔۔
 ہرے رنگ والوں کی ریلی شہر کے تاریخی چوک پر ختم ہوئی۔
 پانچ بجھنے سے چند منٹ قبل امیدوار نے قوم سے خطاب کیا۔
 اور پھر لوگ وہاں سے اپنے اپنے مسلک کی مسجدوں میں نمازِ مغرب کے
 لیے روانہ ہو گئے۔



نقچی

سلیم اپنے پڑو سی سراج چاچا سے کافی بے تکلف تھا۔۔۔ آج انھیں میگزین پڑھتا دیکھ بے ساختہ ہنس پڑا۔

”کیوں رے سلیم پگلا گیا ہے کیا؟ کیوں ہنس رہا ہے؟“

”چاچا یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟؟؟؟“ سلیم نے بھی سوال داغا۔

”دیکھ نہیں رہا پڑھ رہا ہوں!“ چاچا نے کہا۔

”چاچا!! کم سے کم میگزین سیدھی تو پکڑ لیا کرو۔۔۔ اور جب پڑھنا نہیں آتا تو پڑھنے کا ناٹک کیوں۔۔۔؟؟؟“

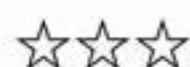
”بیٹا! میرے پوتی پوتا ایک نمبر کے نقچی ہیں۔۔۔ گھروالے موبائل لیے بیٹھتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب دیکھو سارے میگزین لیے بیٹھے ہیں۔۔۔“



ووٹ

کسی قبیلے میں بگونامی ایک شخص تھا۔۔
اسے زعم تھا کہ وہ جو کام کرے ٹھیک ہی ہوتا ہے۔۔
اس کی ایک عجیب خصلت تھی کہ قبیلے والے جو کرتے وہ بالکل اس کا الٹ
ہی کرتا۔۔۔

اس مرتبہ ایکشن میں مشورے سے طے پایا کہ ووٹنگ کے لیے جاتے
وقت سب لوگ ٹوپی لگا کر جائیں گے اور سب شیر کو ہی ووٹ دیں گے۔
ایکشن کے دن لوگ ٹوپی پہن کر نکلے تو گھوکو سمجھنے آیا کیا کیا جائے؟
وہ سر پر جو تار کھ کر پولنگ بو تھے تک گیا اور گدھے کو ووٹ دے آیا۔



کلوچا

میرا دوست اکثر کانگریس پارٹی کو 'کلوچا' کہا کرتا ہے۔

ایک روز میں نے دریافت کیا کہ،

"یار! تم کانگریس کو کلوچا کیوں کہتے ہو---؟"

وہ بیڑی سلگاتے ہوئے بولا،

"اصل میں کلوچا ہمارے پڑوسی ہیں، ویسے ان کا بھرا پورا گھر ہے لیکن
اکثر تو تو میں میں ہوتی تو--- بچے آپس میں خوب لڑتے، ایک دوسرے کو برا بھلا
کہتے۔ جب تھک ہار جاتے تو سارا ٹھیکرا کلوچا کے سر پھوڑتے، غلطی خواہ کسی کی
ہو۔ سب ایک آواز میں کہتے،

ہمارے لیے آپ نے کچھ نہیں کیا--- ان سب جھگڑوں کی جڑ آپ ہو
آپ---!"



ڈاپر

ایک دن میرے دوست کافون آیا، اس نے سوال پوچھا،
 ”یار ریحان! یہ سولفظوں کی کہانیاں کہاں شائع ہوتی ہیں۔۔۔؟“
 سوال سن کر پہلے تو میں سمجھ ہی نہ سکا پھر ذرا کر جواب دیا،
 ”اگر اچھی ہوں گی تو کہیں بھی شائع ہو جائیں گی۔۔۔“
 آگے میں نے کہا،
 ”کہانی لکھ چکے ہو تو مجھے بھیج دو۔۔۔ اچھی ہو گی تو میں الفاظ ہند میں شائع
 کر دوں گا۔۔۔“
 ادھر سے جواب آیا،
 ”ابھی لکھوں گا۔۔۔ ابھی لکھا نہیں ہوں۔۔۔“
 مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی کنوار اپنی ہونے والی جائز اولاد کے لیے ڈاپر
 خرید رہا ہو۔۔۔¹⁰!!



10۔ خود بیتی کہانی

جادوئی انگوٹھی والا

ہم موڑ اسٹینڈ چوک کے سگنل پر رکے تو ہم نے دیکھا وہاں ایک نوجوان
عیاری اور چال بازی سے 'جادوئی انگوٹھی' فروخت کر رہا ہے۔
تبھی ٹرافک حولدار اسے وہاں سے ہٹانے لگا تو اس نے پوچھا،
”صاحب کہاں جاؤں؟ کہاں لگاؤں دکان؟“
حولدار نے پیٹرول پپ کی طرف اشارہ کیا۔
میرے دوست ریاض نے کہا،
”اس کے لیے وہ جگہ ٹھیک ہے۔۔۔!! وہاں جادوئی انگوٹھی والوں کا ہیڈ
آفس بھی نظر آ رہا ہے۔“
جب ہم لوگوں نے اس طرف دیکھا تو سب کے چہرے پر مسکراہٹ
تھی۔۔۔
وہاں مودی جی کا بڑا سا بیس رگا ہوا تھا۔۔۔!



سائنٹ سائکنڈ

واجد سر کی سال کی پہلی کلاس تھی۔

انھوں نے سائنٹ سائکنڈ کے سر پرائز ٹیکسٹ کا اعلان کر دیا۔

پورا پیپر حل کرنے پر انعام کا وعدہ کیا۔

پرچے میں دس سوال اور وقت ایک منٹ۔۔۔

نام۔۔۔

والد کا نام۔۔۔

والدہ کا نام۔۔۔

کلاس میں میز کر سیوں کھڑکیوں کی تعداد وغیرہ

میں نے صرف ایک سوال حل کیا۔۔۔

کسی نے مکمل پرچہ حل نہیں کیا۔

پیپر لینے کے فوراً بعد انھوں نے سبھی کو پیپر واپس کیا،۔

اوپر لکھی ہدایت پڑھنے کے لیے کہا، جلد بازی میں کسی نے وہ ہدایت

نہیں دیکھی! لکھا تھا،

”صرف پہلے سوال کا جواب لکھیے۔“

☆☆☆

پرده گرتے ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور ادھر لیاقت صاحب بول اٹھے۔

”اسکوئی جلوں میں ڈراموں کی کیا ضرورت؟؟ دیکھنا۔۔۔ یہ پچے فلمی بھانڈ ہی بنیں گے“!!!

”خود اعتمادی آتی ہے جناب ایسی سرگرمیوں سے۔۔۔“ میں نے کہا۔

”ہاں ہاں! سلمان شاہ رخ بنا دو انھیں! لیاقت صاحب چڑ گئے۔

تبھی اناؤ نسر کامائیک او جست کرنے کے لیے ساؤنڈ سسٹم والا خستہ حال کلیم اسٹیچ پر دوڑا۔

”دیکھیے اسے میرا ہم جماعت کلیم، جو ایک مرتبہ مولانا آزاد اور دو مرتبہ علامہ اقبال بنا تھا فینیشی ڈریس مقابلوں میں۔“

میں نے کلیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔



ایک سوال

آج گرین شائن گارڈن میں ایک ”عجیب“ سوال ذہن میں آیا۔۔۔
ویٹرنے جیسے ہی کھانے کے میز پر ڈالی جانے والی پولیتھن، میز پر رکھی تو
فوراً دس مسلمان جو نہ جانے کہاں کہاں کے تھے۔۔۔
نہ جانے کون کون سے مسلک اور فرقوں کے تھے۔۔۔
اُن کے تقریباً بیس ہاتھ اٹھے اور پولیتھن کی طرف بڑھے۔ بہت ہی کم
وقت میں ایک خوبصورت نظم و ضبط اور احسن طریقے سے پولیتھن میز پر باسانی
بچھادی گئی۔

عجیب اور معصوم سوال یہ ابھر آیا کہ
”کیا ہر موضوع ہر مسئلے اور ہر وقت ایسا نہیں ہو سکتا؟“



پاک منی

ہر سال کی طرح آج بھی فیضان کیم جنوری کی دو پھر اپنے دادا جان سے الجھ گیا،

”دادا جان پلیز بس کیجیے۔“

”فیضان! تمھیں سمجھایا تھا نا؟؟؟ تھرٹی فرسٹ وغیرہ منانا بری بات ہے۔ کیوں نہیں سمجھتے؟ کل بھی رات بھر غائب تھے!“

”آف دادا جان!! میرے تمام دوست مناتے ہیں، کے منع کروں۔۔۔ نئے سال میں نئی بات کریں پلیز۔۔۔! بس اب جلدی سے مجھے آج کی پاک منی دیجیے۔“

”لو بیٹا یہ پچھلے سال کا کلینڈر ہے۔ آن لائن منگوایا تھا، پورے تین سو کا ہے۔ بازار میں پیچ کراس کی جو قیمت ہو وصول کرلو۔۔۔“



نام

بڑھیا نے تحصیل دفتر میں کسی سے پوچھا،

”بیٹا۔!! تہذیب صابری تم ہی ہو؟“

”ہاں اماں؟“

”تم ارج نویس ہو؟“

”ہاں عرض نویس ہوں۔ کیوں؟“

”بیٹا مجھے اپنا نام بدلنا ہے۔“

”اماں اس عمر میں نام کیوں بدل رہی ہو؟“

”ضروری ہے۔۔۔!“

”ٹھیک۔۔۔!! لیکن کاغذی کارروائی میں وجہ بتانی پڑتی ہے اماں۔“

”کیا بتاؤں بیٹا، میں کوڑا کر کٹ اور جھلیاں چنتی ہوں۔ لوگ اکثر چور سمجھ کر جیل بھیج دیتے ہیں۔ بہت پریشان ہوں!! چاہتی ہوں مجھے یہ کام کرنے سے کوئی نہ روکے“!!

”کیا نام رکھنا ہے اب؟“ تہذیب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

بڑھیا نے سادگی سے کہا، ”گوماتا۔۔۔!“



نیا کام

”ایڈیٹر صاحب۔!! آخر ہم کب تک اپنی سنبھالی یادوں میں کھوئے رہیں گے۔۔۔؟؟“ ساجد نے جھنجھلا کر کہا۔

ایڈیٹر صاحب، ”ساجد! تمھیں جو کہا گیا ہے وہی کرو۔۔۔ تمھیں مسلم سائنسدان یا مسلم حکمرانوں پر ہی کالم لکھنا ہے۔ ان بورنگ موضوعات جیسے کیریئر گائیڈنس، یا جدید سائنس، شیکنالوجی وغیرہ پر لکھنے کی ضرورت نہیں۔۔۔ ورنہ“ !!!
ساجد، ”سر لیکن!! یہ سب وقت کی ضرورت ہے۔۔۔ سر پلیز“!

”ہمارے قارئین یہ سب پسند نہیں کرتے!! ہمیں وہ دینا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔۔۔ بس بات ختم۔۔۔!!“

ایڈیٹر صاحب نے ساجد کے نئے کالم کی فائلیں ڈسٹ بن میں پھینکتے ہوئے کہا۔



کھلے میں کتابیں

انجینئرنگ کالج کی لائبریری میں مرمت کا کام جاری تھا۔۔۔
الیکٹریکل لیب میں پڑی اردو کتابوں کی بے قدری سے میں ماپوس
تھا۔۔۔

انگریزی نصابی کتابیں 'لاکڈبک شیلف' میں اور دیگر کتابیں جو بیشتر اردو کی
تحمیں، باہر کھلے میں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔
انسٹرکٹر کو یقین تھا اردو کتابیں چوری نہیں ہوں گی۔۔۔!!
میں دل سے چاہتا تھا کہ کوئی تو اردو کی کتابیں چوری کرے!
ایک دن وہاں کچھ کتابیں کم تھیں۔۔۔
میں خوش ہوا کہ اردو کتابوں کو قدردان ملے۔۔۔!!
لیکن! قریب سے دیکھا تو یہ شاید چوہوں کی شرارت تھی۔۔۔
کتابیں نیچے فرش پر گردی ہوئی تھیں!



لال چوڑیاں

”یہ لو ماں! لاجو کی لال چوڑیاں اور یہ پچیس ہزار نقد! دیکھنا ہم لاجو کی شادی بڑی دھوم دھام سے کریں گے---!“ برجو خوشی سے جھوم اٹھا۔

”بیٹا تمیوں جانور بک گئے؟“

”ماں ان بانجھ گائیوں کی بڑی اچھی قیمت ملی، میوات کا کوئی بھلا آدمی تھا، تمیوں لے گیا۔“

تبھی اچانک برجو کا چھوٹا بھائی سجو ہانپتا ہوا گھر آیا۔

”کیا ہوا بیٹا؟ تو ہانپ کیوں رہا ہے؟“

”ماں میوات سے آئے ایک گئو ہتھیارے کو ہم نے کتے کی موت مار دیا۔“
اتنا کہہ کر سجنے خون سے سنی لاٹھی لال چوڑیوں کے پاس رکھ دی۔



بچہ چور

بھیڑ دیکھ کر وہ کانپ رہی تھی۔۔۔ لرزتے ہاتھوں میں بچی کو دبا کر گڑگڑاتے ہوئے بولی:

”بھیا مجھے چھوڑ دو۔۔۔! یہ میری ہی بیٹی ہے۔“

بھیڑ سے ایک ہی آواز آرہی تھی:

”یہ بچہ چور ہے۔۔۔ ماروا سے!“

”میں بچہ چور نہیں بھیا!“ وہ زور زور سے رونے لگی۔

”جھوٹ بولتی ہے بد بخت۔۔۔“ کسی نے چھکر کہا اور اسے دھکیل دیا۔ وہ گر پڑی مگر اب تک بچی اس کی آغوش میں تھی۔

لوگوں نے بچی کو چھیننا اور عورت کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا۔

تبھی خاموش بھیڑ سے بچی کی دردناک چھگونج اٹھی۔۔۔

”ماں۔۔۔ اٹھو ماں!!“



بھارت مہان

یوم آزادی پر وزیر صاحب کی کامیاب ریلی ہوئی۔
اسٹچ کے پیچھے گاڑیوں کے پاس آنند کھیل رہا تھا۔ اسے رام لیلا میدان کسی
میلے کی طرح نظر آ رہا تھا۔

وہ وزیر صاحب کی گاڑی کے پیچھے والے شیشے کے قریب کھڑا تھا تھی وزیر
صاحب کو گاڑی کے قریب آتے ہوئے دیکھ گارڈ نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔
آنند سیدھا یک پھر میں جا گرا۔

وزیر صاحب کے بیٹھتے ہی گاڑی تیز رفتار سڑک پر دوڑنے لگی۔
وہاں موجود لوگوں کی نظر جب گاڑی پر گئی تو آنند نے شیشے پر جھی گرد پہ
انگلیوں سے لکھا تھا:

”میرا بھارت مہان“



غلطی

کلاس میں داخل ہوتے وقت میں نے اتفاقاً ”مے آئی کم ان“ کی جگہ ”السلام علیکم“ کہہ دیا۔!
رفیق سر شاید ٹھیک سے سن نہیں پائے۔ انہوں نے ”کم ان“ کہا تو بے ساختہ میرے ہم جماعت ساتھی ہننے لگے۔ سب کو ڈانٹ کر، سر دوبارہ بلیک بورڈ پر لکھنے میں مصروف ہو گئے۔
میں بے چین تھا کہ آخر سب ہنسے کیوں؟
تبھی بازو میں بیٹھا فیروز پھسپھسا یا:
”ریحان! تم نے ’مے آئی کم ان‘ کی جگہ سلام کہہ دیا۔“
لیکن! آج تک مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ اس وقت میں غلط تھا یا میرے ساتھیوں کی بے ساختہ ہنسی؟¹¹



11۔ خود بیتی کیانی

بaba سیٹھ کا چوترا

لوگ اکثر رات کو بابا سیٹھ کے چبوترے پر جمع ہوتے اور گپ شپ کیا کرتے تھے۔

کئی دنوں سے سیٹھ نے محسوس کیا کہ نعیم چاچا روز دیر رات تک خاموش بیٹھے باقی لوگوں کی باتیں سنتے رہتے ہیں۔ آج سیٹھ نے پوچھا:

”نعمیم میاں! تم روز کافی دیر تک بیٹھے رہتے ہو اور سب سے آخر میں گھر جاتے ہو۔ ایسا کیوں---؟“

نعمیم چاچا نے جواب دیا:

”بابا سیٹھ! دراصل اس چبوترے سے جو اٹھتا ہے، باقی لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ کہیں میں اٹھ کر جاؤں اور میری بھی برائی شروع نہ ہو، اس لیے میں سب کے جانے کا انتظار کرتا ہوں۔“



احتجاج

آخری پکوڑا اٹھاتے ہی میری نظر اخبار کے اس ٹکڑے پر ٹک گئی جس میں پکوڑے دیے گئے تھے۔ اس پر ایک سرخی درج تھی۔۔۔
”موب لنچنگ میں ایک اور مسلم نوجوان کا قتل“
میں اس ٹکڑے کو مرورد کر پھینکنے کے لیے مڑا تو ڈست بن پر نظر گئی جس پر لکھا تھا۔۔۔

”سوچہ بھارت ابھیان“
اس ٹکڑے کو میں نے زمین پر ہی پھینک دیا۔
دکان دار کو یہ حرکت ناگوار گز ری تو کہنے لگا،
”صاحب! ڈست بن میں ڈالیں، آخر یہ کیا بات ہوئی؟“
”احتجاج! سرکار کے خلاف احتجاج!“
میں نے اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔



دیش دروہی

”شرم آنی چاہیے آپ کو“

”کس بات کی شرم؟“

”کچھ دن ملک کے لیے لائن میں کھڑے نہیں رہ سکتے؟“

”بیٹا پریشانی ہو رہی ہے۔۔۔ تو کہہ دیا۔۔۔ کچھ غلط کہا؟“

”دیش دروہی کہیں کے!! جب سے سن رہا ہوں بکواس، سرکار کو کیوں
کوں رہے ہو؟“

”بیٹا صحیح چار بجے سے لگا ہوں لائن میں۔“

”تو؟“

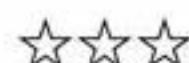
”تین دن سے خالی ہاتھ جا رہا ہو۔“

”ہاں تو؟“

”مجھے پیسوں کی سخت ضرورت ہے۔“

”تو کیا ہوا وہاں ہمارے فوجی سرحد پر کھڑے ہیں تم ایک دن نہیں رہ
سکتے؟“

”بیٹا میں ریٹائرڈ فوجی ہی ہوں پسنسشن لینے آیا ہوں؟“



وضو

کچھ سال پہلے کی بات ہے۔ میں محلے کی مسجد میں وضو کر رہا تھا۔ پاس بیٹھے کریم چاچا پر نظر پڑی۔ چاچا اپنی نفاست کے لیے محلے بھر میں مشہور تھے۔ میرے وضو کرنے تک وہ صرف نل ہی کو اچھی طرح دھوتے رہے۔ کافی دیر تک انہوں نے یہی کیا کہ پہلے نل دھوتے، پھر رہا تھا دھوتے۔۔۔ ہاتھ دھو کر دوبارہ نل دھوتے اور اس کے بعد پھر رہا تھا۔۔۔!! میرے ٹوکنے پر بولے، ”پتا نہیں کس کس نے ہاتھ لگایا ہو گا۔“ میں نے کہا، ”ہوں گے تو مسلمان ہی!“ چاچا مجھے کھاجانے والی نظروں سے گھورنے لگے۔۔۔!!



مادری زبان

مقامی اردو نیوز چینل جس کار پورٹر ہروہ بات جوڈاکٹر س، ٹیچرس، انجینئرز، ایڈوکیٹ یا سیاستدانوں سے پوچھنا چاہیے وہ علماء سے پوچھتا اور انٹرویو زریکار ڈکرتا۔۔۔

آج جب میں نے اس سے کہا کہ
”نئی تعلیمی پالیسی سے اردو کا مستقبل خطرے میں ہے اس پر علماء کا انٹرویو لو
اور انھیں قوم کو بیدار کرنے کے لیے کہو۔“

اس پر رپورٹرنے جواب دیا،
”پتا نہیں وہ لوگ اس موضوع پر بات کریں گے بھی یا نہیں۔۔۔؟“
میں سوچنے لگا کہ کہیں ہمارے علماء کی مادری زبان انگریزی تو نہیں اور پھر
انگریزی ہی میں سائلنٹ ہو گیا۔



دوسرا پیغام

اس کے پیر گھر میں نہیں نکلتے تھے لیکن کھانی بخار کے سبب وہ آج گھر ہی پر تھا۔ اسی دن ایک سلیسبرٹی کو کورونا پازیبو ہونے کے سبب اسپتال میں داخل کیا گیا۔

وہ روز اس سلیسبرٹی پر بنائے میٹچ اور اطائف دوستوں کو فارورڈ کرتا۔
چودہ روز گزر گئے۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔
بجھے دل سے اس نے واٹس ایپ چیک کیا۔
پہلا پیغام اس سلیسبرٹی کی اسپتال سے چھٹی کے متعلق تھا۔
دوسرے پیغام میں وبا سے احتیاط پر چند احادیث تھیں مگر۔۔۔ وہ پڑھنے سکا اور اس نے دم توڑ دیا۔



پتا نہیں کتنے؟

رمضان المبارک اور کورونا وائرس کی وبا کے درمیان اُس ویڈیو میں
ماں کے پہنے ہوئے لوگ تھے۔۔۔
بہت سے لوگ۔۔۔!

”بائیکاٹ بائیکاٹ بائیکاٹ۔۔۔!!“
انٹرو یو ایک موبائل سے دوسرے موبائل تک واٹس ہور ہاتھا۔۔۔!
ان میں ایک! نہیں دو۔۔۔! نہیں! نہیں! تین۔۔۔!! پتا نہیں کتنے۔۔۔?
انٹرو یو میں اس کا نمبر تیسرا تھا۔۔۔ نہیں ساتواں۔۔۔ پتا نہیں شاید بارھواں
تھا۔۔۔!!!

سب ”بائیکاٹ بائیکاٹ بائیکاٹ!“ کہہ رہے تھے۔۔۔
لیکن آج اچانک رات میں ان میں سے ایک۔۔۔! نہیں دو۔۔۔!! پتا نہیں
کتنے۔۔۔!!

ایک دکان کے پچھلے دروازے سے۔۔۔ عید کے روز پہنے کے لیے۔۔۔
ماں کے پہنے چوری چھپے کپڑے خرید رہے تھے۔۔۔!



بدلہ

صدر بازار میں برسوں پہلے کلو نے سامنے والی مٹھوالاں کی چائے کی دکان
بند کروادی تھی۔

وہ مٹھوالاں پر گئو موڑ ملی شکر سے چائے بنانے کا الزام لگا کر اپنے سماج کے
لوگوں کو روکتا۔

دھیرے دھیرے گاک کم ہوتے گئے اور ہوٹل بند پڑ گئی۔

آج وہاں مٹھوالاں کا بیٹا بنسی لال نیوز ایجننسی چلاتا ہے۔

کورونا کے بہانے آج اسے اپنے باپ کا بدلہ لینے کا موقع مل ہی گیا۔

بنسی نے کلو پر چلوں پر تھوک لگانے کا الزام لگایا جس کے بعد کلو کو پولس
نے گرفتار کر اس کی دکان سیل کر دی۔



ترکیب

سلمی لاک ڈاؤن سے پریشان تھی کیونکہ راشن ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ایک دن اسے ترکیب سو جھی۔ سلمی نے بہو سے کہا، ”بیس پچیس دن کے لیے امی کے یہاں چلی جا۔ تمہارا اور بچوں کا دل بہل جائے گا۔“

بیٹے سے کہہ کر سلمی نے بہو کو اس کے مائیکے بھیج دیا۔ ابھی شام ہوئی ہی تھی کہ سلمی کی بیٹی صادقہ اپنے بچوں کے ساتھ وہاں آگئی۔ خیریت دریافت کرنے پر صادقہ بولی، ” انہوں نے کہا کہ بیس بیس دن کے لیے اپنے مائیکے چلی جا تیرا اور بچوں کا دل بہل جائے گا۔!! اور میں آگئی۔“



لَاك ڈاؤن

کانتا اور اس کی بیتیم پوتی رانی کو لاک ڈاؤن کے سبب کافی دیر بعد کرانہ ملا۔
جب وہ جانے لگی تو دکاندار نے پیسے مانگے۔ وہ بولی،
”پیسے تو نہیں ہے بیٹا۔۔۔!“
یہ سنتے ہی دکاندار نے رانی کے ہاتھوں سے آٹے کی تھیلی چھین لی۔
کانتا بولی،
”بیٹا۔۔۔! مودی نے کہا تھا کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔ ہر چیز فراہم کی جائے
گی۔۔۔“
”چل جا۔۔۔! اپنے مودی سے ہی پیسے لے کر آ۔“
اور اس نے باقی کرانہ بھی چھین لیا۔
تب رانی کی آٹے میں اٹی انگلیاں اس کے منہ میں اور کانتا کی پلکوں پر
تھیں۔



تحالی

کل آند کے گھر والوں نے وزیر اعظم کی درخواست پر خوب تھالیاں پیشیں، لیکن آج صحیح آند کی بیوی رادھا اپنے کرایے دار ڈاکٹر سنتوش کے فلیٹ پر پہنچ کر ان کی بیوی سرتیا سے کہنے لگی،
”سرتیا بھا بھی، ہمارے بھی بچے ہیں۔۔۔ میں بڑی الجھن میں ہوں کہ آگے کیا ہو گا۔“

سرتیا ڈامنگ ٹیبل سے تھالی اٹھاتے ہوئے بولی،

”رادھا بھا بھی! میں سمجھی نہیں۔۔۔!!“

رادھا بولی،

”ہم چاہتے ہیں آپ اوپر والا یہ فلیٹ خالی کر دیں۔ پتا نہیں کب ڈاکٹر صاحب کوئی وارس یہاں لے آئیں۔“

اتنا سننا تھا کہ سرتیا کے ہاتھ سے تھالی چھوٹ گئی۔



سکون اور خاموشی

مدرسے میں سرکاری افسر کی آمد ہوئی۔ افسر مدرسے کا سالانہ احوال پڑھ رہے تھے کہ گویا ہوئے،
”محترم ان تمام جماعتوں میں اتنا ہنگامہ کیوں برپا ہے؟“
صدر مدرس نے جواب دیا،
”یہاں علم حاصل کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ابھی ابتدائی دور میں
ہے۔۔۔“
”مجھے سکون سے مدرسے کا احوال پڑھنا ہے۔ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ
نہیں جہاں خاموشی ہو؟“
”جی آپ یہاں اس جگہ آجائیں!“
”اس سامنے والے کمرے سے کوئی آواز نہیں آرہی؟ یہاں کوئی نہیں!“
”یہاں خاموشی اس لیے ہے کہ یہاں وہ لوگ ہیں جو علم کی انتہا تک
پہنچ گئے ہیں!“



بے رحم کون؟

رجت ایک سماج سیوک اور راشٹریہ مہا سنگھ کے صدر ہیں۔۔۔ آج سی۔۔۔ اے۔۔۔ اے کی حمایت میں منعقدہ تقریب میں بڑے ہی جوشیے انداز میں تقریب کر رہے تھے،

”مترو۔۔۔! سی۔۔۔ اے۔۔۔ اے کی مخالفت کرنے والے گمراہ، غدار اور بے رحم لوگ ہیں۔۔۔! پڑوسی ممالک کے ہمارے ہندو بھائی، بہنوں اور ماوں کا عزت و احترام کے ساتھ یہاں بھارت میں ہمارے ساتھ رہنا کیا غلط ہے۔۔۔؟؟“

تجھی اولڈ ایچ ہوم سے ان کی ماں کا فون آیا، وہ موبائل فون پر غصے سے کہنے لگے،

”ماں تمھیں کتنی مرتبہ کہا ہے کہ اس ماہ میں ضرور آؤں گا۔۔۔ اب تم فون رکھو۔“



ہیومن چین

آج ٹاؤن ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حکومت کی زیادتیوں کے خلاف علاقے میں بہت لمبی ہیومن چین بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ تجھی شہر کے ایک معزز شخص نے کہا،

”دیکھیں ابھی وقت نہیں کہ ہم ہیومن چین میں عورتوں کو بھی شریک کریں۔ وقت آنے پر انھیں شامل کیا جا سکتا ہے۔“

کسی نے اعتراض کیا،

”اگر ایسا ہی ہے تو اسے ’ہیومن چین‘ نہیں بلکہ ’مین چین‘ کہیں۔“

اس تجویز کو نظر انداز کرتے ہوئے قرارداد منظور ہوئی

”’ہیومن چین‘ میں صرف مرد حضرات شریک ہوں گے---!“

مجھے محسوس ہوا جیسے صرف انسان شریک ہوں گے---!



لعنٰت

سلمان نے اپنا آرٹیکل مکمل کیا اور فوراً والد مظفر فاروق کی میز پر رکھتے ہوئے کہا:

”ابو! مضمون مکمل ہو گیا ہے۔“

”اچھا بیٹا اتنی جلدی مکمل کر لیا، عنوان کیا لگایا؟“

مظفر صاحب نے اپنی عینک لگاتے ہوئے پوچھا۔

”خاندانی سیاست (ونش واد) ایک لعنٰت!“

سلمان نے جواب دیا۔

”بہت خوب بیٹا۔۔۔! بے شک ونش واد نے ہمارے ملک کو پوری طرح ڈبو دیا ہے۔۔۔!“

”شکریہ ابو۔۔۔“

”ٹھیک ہے بیٹا میں اسے دیکھ لوں گا۔۔۔ اور ہاں یہ آرٹیکل اپنے ای میل سے نہیں، میرے ای میل کے ذریعے بھیجننا دیکھنا۔۔۔ جلدی اور لازمی طور پر شائع ہو گا۔“



پازیو سے نگیو

کووڈ 19 وارڈ میں دو دوست مشتاق اور منیش ایک ہی دن ایڈمٹ ہوئے۔
 کسی کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن مشتاق کا بیٹا چھپتے چھپاتے روز آ جاتا۔ کبھی کبھی وارڈ بوانے کو رشوٹ بھی دینی پڑتی۔
 بیٹے کے آنے پر مشتاق کا چہرہ کھل اٹھتا۔
 وہیں منیش دونوں کو تکتا اور اداس ہو جاتا۔
 دونوں مریضوں کا دوبارہ ٹیسٹ ہوا۔

رپورٹ آنے سے پہلے ہی منیش ہارت ایک کے سبب چل بسا۔
 رپورٹ نگیو آنے پر مشتاق کو گھر جانے کی اجازت مل گئی۔
 مشتاق کے بیٹے کے پوچھنے پر معلوم ہوا منیش کی رپورٹ بھی نگیو تھی۔



افتان

- سلام بن رزاق، ممبئی
 - ڈاکٹر بھی نشیط، الیوت محل
 - سلیم شہزاد، مالیگاؤں
 - ڈاکٹر محمد اسد اللہ، ناگپور
 - ظہیر قدسی، مالیگاؤں
 - فاروق سید، ممبئی
 - ڈاکٹر ناصر الدین انصار، امراءٰ تی
 - ڈاکٹر بھی جمیل، امراءٰ تی
 - خان حسین عاقب، پوسد
 - انور مرزا، ممبئی
 - قیوم اثر، جلاگاؤں
 - رونق جمال، چھنیس گڑھ
 - محمد سرانج عظیم، دہلی
 - ڈاکٹر نعیمہ جعفری پاشا، دہلی
 - رحسانہ نازنین، بیدر، کرناٹک
 - ڈاکٹر محمد مشاہد رضوی، مالیگاؤں
 - محمد یسین عظمی، مالیگاؤں
 - خان عارفہ نوید الحق، ممبئی
 - شعیب ہاشمی، ممبئی
 - سید خالد، ممبئی
 - ڈاکٹر شہروز خاور، مالیگاؤں
 - وجاهت عبدالستار، شولاپور
 - محمد شریف، ممبئی
- ڈاکٹر مدحت الاختر
 - محمد حفظ الرحمن
 - ڈاکٹر محمد رفیق اے ایس
 - محمد الیوب
 - ڈاکٹر محمد شیم اختر
 - سعیدہ بانو محمد شیم
 - ڈاکٹر فرحان کوثر
 - عظمی ناہید
 - عرشیہ انجم
 - پرویزانیس
 - ریاض احمد امروہوی
 - سمیل اختر
 - شیم اختر
 - محمد عرفان الرحمن
 - عمران عالم
 - شاہد اختر
 - معین اختر
 - محمد اکرم ناگانی
 - زبیر احمد امروہوی
 - تفضل جمال
 - محمد اسلم تنوری
 - توفیق احمد
 - ظفر انور



ودر بھر مائنارٹی ملٹی پرپر زور ل ڈیولپمنٹ ایجو کیشنل سوسائٹی،

کامٹی (ناگپور)

کی جزوی مالی اعانت سے شائع کی گئی ہے۔

زیرا نضمام

اردو ماہنامہ الفاظ ہند، کامٹی

الفاظ پبلی کیشن، کامٹی

ودر بھر ہندی اردو پریس، کامٹی

ربانی اسکول اسٹیوڈنٹ ایسو سی ایشن، کامٹی

☆☆☆

شکریہ (سونفظوں میں)

کہانی شروع کرنے سے پہلے
کہانیاں لکھنے کے دوران

اور

کہانیاں لکھ لینے کے بعد!

پہلی کہانی سے پہلے

کہانیوں کے دوران

کہانیاں سننے کے بعد!

کتاب شروع کرنے سے پہلے

کتاب کی تخلیق،

ترتیب و تدوین

کے دوران

کتاب کی اشاعت کے بعد!

ان تمام خواتین و حضرات کا

ممنون و مشکور ہوں کہ

کتاب کی

طباعت و اشاعت کے مراحل میں انہوں نے
کسی نہ کسی شکل میں،

ہر مرحلے پر

ہر صورت میں

میری معاونت کی

اور

قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔

شکریہ.....

میری کہانیوں کی

زندگی سے پہلے

زندگی کے دوران

اور

زندگی کے بعد!

ریحان کوثر





ISBN: "978-93-91721-13-8"
**100 LAFZOON KI
100 KAHANIYAAN**
By: Rehan Kausar

Kashana-E-Kausar, House No.37
Dr.Shaikh Bunkar Colony
Kamptee 441001 Dist. Nagpur (M.S.)
Mob. 09326669893

ریحان کوثر کی چند مطبوعات



**ALFAZ PUBLICATION
& VIDARBHA HINDI URDU PRESS**
A Unit of VMMRDES

(Govt. of Maharashtra Regd. No. 1852300311564012)

Phutana Oli, Kamptee - 441001 Dist. Nagpur Mob.: 7721877941



₹100/-



9 789391 721138